تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد

ماہنامہ الحقیقہ پاکستان

مجلہ

ستمبر 2021ء

عقیدہ ختم نبوت



حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ



سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید سائنس

حضرت مجدد الف ثانی کا انداز تجدید

کشف المعانی لمکتوبات امام ربانی

اعلیحضرت فاضل بریلوی

ردِ قادیانیت میں حضور مفکر اسلام کا کردار (اداریہ)



مسائل دینیہ

دورِ حاضر کے مسائل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل حل

نومسلم ڈائری ۔۔۔ مرزائیت پر برق

فهرست

نعت شریف

نہیں ان کا کوئی کرم بھی ادھورا
فقیروں کا وہ ساتھ دیتے ہیں پورا
بجھے گی میری تشنگی روزِ محشر
پلائیں گے جب وہ شراباً طھوراً
ذرا سوچیے ان کی شانِ سیادت
جو یحیٰ ہوئے سیداً و حصورا
وہی اپنا قائد ، وہی اپنا آقا!
جو کالا ہے ان کی غلامی میں پورا
وفا کر ، وفا کر شہِ دوسرا سے
نہ بن ان کے اعدا کا بچہ جمورا
ارے ہو نہ ان کی محبت سے باغی
نہ کر دین و ملت کو تو چورا چورا
اگر کوئی گورا ہوا ان کا منکر
وہ کتا ہے یا ریچھ ہے کوئی بھورا
خدا کی قسم! پھوڑ دو اس کی آنکھیں
تصور میں جو اُن کے بندوں کو گھورا
میں پڑھتا ہوا نعت دنیا سے جاؤں
ہو جب عمر کا مولا پیمانہ پورا
جو آسی رہی شیخ کی نظر رحمت
تو پالوں گا میں جنۃ و قصوراً

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس-۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

ردِ قادیانیت میں حضور مفکر اسلام کا کردار

مشعلِ بزمِ وفا، چراغِ خانہ صفا، جانِ جہانِ اجتباء حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ختمِ نبوت پر ایمان لانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا آپ کی نبوت ورسالت پر۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نبی ورسول مان کر پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خاتمیت کا انکار کرنے والا سخت مکار اور اسلام کا دشمن ہے، جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا۔ اس نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختمِ نبوت کا انکار ہی نہیں کیا، خود بھی نبوت کا دعویدار رہا۔ اسلام دشمنی اور مسلمانوں کی دلآزاری میں وہ کیا ہے جو اس نے نہیں کیا۔ آج بھی اس کا پیروکار قادیانی ٹولہ اسلام دشمن طاقتوں کے مذموم مقاصد کی تکمیل میں سرگرم ہے۔ حضور مفکرِ اسلام قدس سرہٗ القوی نے عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کی سرکوبی کے لیے تاحیات کام کیا اور خوب کیا۔ یہاں تک کہ قادیانیوں کے پیشوا مرزا طاہر نے لندن سے ملک بھر کے قادیانیوں کو آپ اور آپ کے تربیت یافتہ مبلغین سے محتاط رہنے کی نصیحت کی۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا نیز ۱۹۸۴ء میں جب امتناعِ قادیانیت آرڈیننس آیا، ان کامیابیوں کے پس منظر میں آپ کی کاوشیں بھی نمایاں تھیں۔

۱۹۷۹ء میں جب ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو نوبل پرائز ملا۔ قادیانیوں نے ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا کہ ہمارے پیشوا کی پیش گوئی کے مطابق ایسا ہوا ہے، اور یہ کہ قادیانیت ہی اصل اسلام ہے (نعوذ باللہ)۔ پاکستانی حقیقتِ حال سے بے خبر ایک 'پاکستانی' کو نوبل پرائز ملنے پر قادیانیوں کے سنگ خوشیاں منا رہے تھے۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ اس ڈاکٹر کو کام سے زیادہ اسلام دشمنی اور ملک دشمنی پر نوازا گیا تھا۔ اور مرزائی یا قادیانی اس واقعہ کی آڑ میں دنیا بھر میں خود کو متعارف کروا رہے تھے۔ تب آپ حرکت میں آئے اور پشاور تا کراچی تقریباً ۱۵/۱۶ بڑے شہروں میں قادیانیوں کی حقیقت کو طشت ازبام کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر لٹریچر تقسیم کرایا۔ علمی سطح پر غزالیٔ زماں علامہ سعید شاہ کاظمی صاحب، جسٹس پیر کرم شاہ الازہری صاحب، قائدِ اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب اور مجسمۂ غیرت وحمیت علامہ عبدالستار

خان نیازی صاحب قادیانیوں کا بھرپور رد کر رہے تھے۔ تاہم قادیانیت کے حوالے سے اہلِ اسلام میں بیداری کے لیے جو کردار آپ نے ادا کیا وہ بھی بے مثال تھا۔ کالجز اور یونیورسٹیز میں بنفسِ نفیس جا جا کر اور تلامذہ کے وفود کے ذریعے خوب آگاہی دی۔ آپ کے تلمیذِ خاص، نامور مجاھدِ ختمِ نبوّت، عزت مآب شجاعت علی مجاھد صاحب (سیالکوٹ) ان تمام سرگرمیوں میں کلیدی کردار ادا کر رہے تھے۔ (قبلہ شجاعت صاحب کے بقول تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوّت کا جذبہ مجھے گھر سے ملا تھا تاہم حضور مفکرِ اسلام کی سرپرستی نے میری ان کاوشوں اور جدوجہد کو دوآتشہ کر دیا۔ محترم حکیم عبدالحیٔ صاحب کے مرید میاں غلام علی صاحب سابقہ پرنسپل گورنمنٹ علامہ اقبال ڈگری کالج سیالکوٹ کی وساطت سے میں حضور مفکر اسلام کی بارگاہ میں آیا، جبکہ ابھی فرسٹ یا سیکنڈ ایئر کا طالب علم تھا)۔

جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں جہاں حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ فرائضِ تدریس سرانجام دے رہے تھے، اسی دور میں یومِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، یومِ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سمیت متعدد بڑے پروگرام منعقد کرائے گئے، کالج میں ایک مشاعرہ بھی کرایا گیا جو خوب کامیاب ہوا۔ حضور نے جو کلام پڑھا وہ مشاعرے کی جان تھا۔ اس کلام کا ایک شعر یہ تھا:

؎ جب رسول اللہ ﷺ کی نظرِ کرم ہو جائے گی ۔۔۔ سَر کی گردن جو اکڑی ہے، خم ہو جائے گی

ان تمام پروگرامز میں عقیدۂ ختمِ نبوت کو خوب اجاگر کیا جاتا تھا۔ اس طرح کی کاوشوں سے مختصر سے عرصہ میں مجاہدینِ ختمِ نبوت کی ایک بڑی جماعت تیار ہو گئی۔

انہی دنوں جناب شجاعت علی مجاھد صاحب نے قادیانیوں کے مرکز 'ربوہ' (موجودہ نام چناب نگر) جا کر ان کی حقیقت جاننے کی اجازت چاہی۔ حالات کے تناظر میں کچھ تحفظات کے ساتھ آپ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ ایک اور نوجوان کے ہمراہ شجاعت صاحب وہاں گئے۔ اور کسی نہ کسی طور ان کی سب سے بڑی عبادت گاہ 'مبارک' میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ مرزا طاہر تربیتی نشست میں تقریر کر رہا تھا۔ ان کا سر ظفر اللہ، ایئر مارشل ظفر، ان کا خلیفہ مرزا ناصر اور قادیانیوں کے سب بڑے وہاں تھے۔ اور گذشتہ نام نہاد کامیابیوں کے تذکرے کے علاوہ آئندہ کی منصوبہ بندی بھی کی جا رہی تھی۔ قادیانیوں کا طریقہ کار اور ان کی تمام سرگرمیوں سے واقفیت حاصل کر کے جب یہ دو رکنی وفد واپس حضور کی بارگاہ میں آیا اور سارا ماجرا سنایا تو حضور نے فرمایا: "افسوس! پاکستان کے اندر ربوہ ایک عجمی اسرائیل ہے"۔ اور فرمایا کہ اب بالکل نہیں ڈرنا، پڑھائی کی، دکانوں کی، کاروبار کی، پیسے کی کوئی پروا نہیں کرنی اور نتائج سے بے پروا ہو کر قادیانیوں کی اسلام دشمن کارروائیوں کا مقابلہ کرنا ہے۔

۱۹۸۳ء میں قادیانیوں کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ بلکہ ان سرگرمیوں میں تشدد کا عنصر بھی پہلے سے زیادہ شامل ہو چکا تھا۔ پھر انہوں نے ۱۷ فروری ۱۹۸۳ء کو ایک عالم دین مولانا محمد اسلم قریشی (سیالکوٹ) کو بھی اغوا کر لیا۔ اب ان کی ان حرکتوں پر ملک بھر میں تحریک چل نکلی۔ ان کو لگام دینے کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ ہمارے حضور قبلۂ عالم نے نوجوانوں کی سطح پر محترم شجاعت صاحب کی قیادت میں ختمِ نبوت یوتھ فورس تشکیل دی۔ جس نے ملک بھر میں بالخصوص لاہور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، ڈسکہ میں حالات کی سنگینی کا احساس لوگوں میں پیدا

کیا۔ لاہور میں مختلف مسالک کی ۱۰ طلباء تنظیموں بشمول تحریکِ طلباءِ اسلام (دیوبند)، جماعتِ اسلامی (امیر العظیم ان دنوں اس کے صدر تھے)، امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن (اہلِ تشیع)، اے ٹی آئی (صدر شیخ الحدیث علامہ نور المصطفیٰ رضوی صاحب)، ایم ایس ایف (صدر سعد رفیق تھے جواب وفاقی وزیر ہیں) کا اجلاس ہوا جس میں ایک نیا اتحاد بنا کر قادیانیت کے خلاف مشترکہ لائحۂ عمل اختیار کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ (یادرہے کہ اس طرح کے اتحاد یا بیٹھکیں ہمارے حضور کے مزاج کے عین مطابق نہیں تھیں۔ نہ آپ بذاتِ خود ان میں شریک ہوئے۔ تاہم اس وقت کے حالات کے پیشِ نظر آپ نے شجاعت صاحب کو اجازت دی، بعد ازاں منع فرمادیا)۔ خوش آئند بات یہ تھی کہ اس اتحاد (تحریک طلبائے تحفظِ ختمِ نبوّت) میں ہمارے حضرت کے منظورِ نظر شجاعت صاحب کو صدر چنا گیا۔ یہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے کاموں میں آپ کی خدمات کا اعتراف تھا۔ اب اسلام آباد تا کراچی اور آزاد کشمیر میں بھی احتجاج کا سلسلہ پھیل گیا۔ اور لوگ دینِ اسلام میں عقیدۂ ختمِ نبوت کی اہمیت کو سمجھنے لگے۔

۱۷ فروری ۱۹۸۴ء کو ڈونگا باغ سیالکوٹ میں آل پاکستان ختمِ نبوت کانفرنس ہوئی۔ جس میں اہلِ سنت سے علامہ عبد الستار خان نیازی صاحب، مولانا اکبر ساقی (نورانی گروپ کے صوبائی صدر)، وہابیوں کی طرف سے احسان الٰہی ظہیر، دیوبند سے خان محمد (میانوالی)، تاج محمود، ضیاء القاسمی (فیصل آباد)، اللہ وسایا، اہلِ تشیع سے علی غضنفر کراروی (کراروی صاحب نے دورانِ تقریر ایک جملہ کہا تھا جس پر قبلہ نیازی صاحب نے مسکرا کر ان کو دیکھا تھا۔ وہ جملہ یہ تھا: 'جیسے جنگِ یمامہ میں حضرت صدیق کے ساتھ مولا علی نے تعاون کیا تھا، بالکل ایسے ہی آج ہم شیعہ، اہلِ سنت کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں)۔ اس کانفرنس میں چند جوشیلے نوجوانوں نے یہ اعلان کر دیا کہ اگر ۱۵ دن کے اندر قادیانیوں کو لگام نہ ڈالی گئی تو ہم ان کی عبادتگاہوں کو آگ لگا دیں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ اسی دن ان کی سیالکوٹ میں بڑی عبادتگاہ کشمیری محلہ میں آگ لگا دی گئی۔ پھر دو گھنٹے کے اندر فیصل آباد میں بھی ایسا ایک واقعہ ہوا۔ ۴، ۳ جگہوں پر یہ عمل دہرایا گیا۔ دراصل قادیانی اپنے چند بڑوں کے ایماء پر اپنی دہشتگردانہ سرگرمیوں سے باز آنے پہ تیار نہیں تھے، اور اہلِ ایمان کے صبر کی انتہا ہو چکی تھی۔ چنانچہ اسی کا یہ ری ایکشن تھا۔ پولیس نے شجاعت صاحب اور ان کے چند ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ جب حالات اس نہج پر آگئے تو صدر محمد ضیاء الحق نے تمام مسالک کے علماء کو ایوانِ صدر بلوایا۔ اس نے کہا، آپ ۱۵ دنوں کا وقت دے کر آگ پہلے ہی لگاتے ہو۔ علماء نے کہا، چند نوجوان ہیں جو ہماری گرفت میں نہیں۔ ضیاء الحق صاحب نے سوچا کہ جب حالات یہاں تک پہنچ چکے کہ عوام علماء کی گرفت سے بھی نکل رہے تو ان کے مطالبات تسلیم کر لیتے ہیں۔ چنانچہ سو فیصد مطالبات تسلیم کر لیے گئے۔ اور تاریخ ساز 'امتناعِ قادیانیت آرڈیننس' جاری ہوا۔ اسی رات مرزا طاہر لندن بھاگ گیا۔ لوگوں نے حضور مفکرِ اسلام کی خدمت میں آکر عرض کی کہ جناب شجاعت صاحب کی ضمانت کرانا ہوگی۔ فرمایا نہیں کرانی۔ چنانچہ آپ کی روحانی توجہ سے بغیر ضمانت کرائے ان کو رہائی مل گئی۔ کیس بھی ختم ہوگیا۔

اس تمام صورتحال کے بعد آپ نے نوجوانوں کو تحفظِ ختمِ نبوت کے محاذ پر اہلِ سنت کا اپنا ایک نیا اور مزید وسیع پلیٹ فارم بنانے کی ترغیب دلائی۔ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی صاحب علیہ الرحمہ کی مسجد میں اکابرینِ اہلِ سنت کا اجلاس بلوایا گیا جس میں جناب صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل

آبادی، عالی مرتبت ابوداؤد محمد صادق صاحب، علامہ ابوبکر چشتی صاحب (راولپنڈی)، سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی، مناظرِ اسلام ضیاء اللہ قادری صاحب، شیخ الحدیث حافظ محمد عالم صاحب، صوفی محمد علی نقشبندی صاحب، حافظ غلام حیدر خادمی صاحب، مولانا خواجہ غلام محی الدین صاحب (سیالکوٹ)، مولانا ابوالنور محمد بشر صاحب (کوٹلی لوہاراں)، علامہ حنیف القادری صاحب، علامہ ارشد تہرانی صاحب (سیالکوٹ) نیز موہڑی شریف سمیت متعدد آستانوں کے صاحبزادگان نے شرکت فرمائی۔ حضور مفکرِ اسلام نے اجلاس کی غرض وغایت بیان فرمائی۔ اور ختمِ نبوت کے کام کی اہمیت وضرورت پر جذباتی انداز سے مگر دلائل وحقائق کی روشنی میں گفتگو فرمائی۔ تمام علماء ومشائخ نے اس کی افادیت کو تسلیم کیا اور یوں "مجلسِ تاجدارِ ختمِ نبوت" تشکیل دی گئی۔ قبلہ شبیر شاہ صاحب حافظ آبادی اس کے صدر، علامہ ضیاء اللہ قادری صاحب جنرل سیکریٹری اور ڈپٹی سیکریٹری شجاعت علی مجاھد صاحب منتخب ہوئے۔ اور بھرپور توانائی کے ساتھ تحفظِ ختمِ نبوت کے کام کو وسعت ملنے لگی۔

۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۶ء یعنی آپ کی حیاتِ مقدسہ کے آخری سات سالوں میں تحفظِ ختمِ نبوت کا کام اپنے عروج پر تھا۔ دورِ جدید میں قادیانیت اپنے باطل افکار کو نت نئے انداز سے پھیلا رہی ہے۔ اور جدید وسائل اختیار کیے ہوئے ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی جدید انداز سے اس کی بیخ کنی کے پروگرام ترتیب دیئے۔ نارووال، سیالکوٹ، ڈسکہ، لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد وغیرہم میں ختمِ نبوت تربیتی کنونشن کروائے۔ بالخصوص سیالکوٹ میں ۲۰۰۴ء اور اس سے ماقبل وبعد ہونے والے کئی روزہ تربیتی کنونشنز انتہائی مفید بلکہ انقلابی تھے۔ جن میں ملک کے چوٹی کے علماء لیکچرز دیتے تھے۔ انٹرنیٹ پر، اخبارات میں اہلِ اسلام کو قادیانیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیوں سے آگاہ کیا گیا۔ کالجز یونیورسٹیز میں ختم نبوت کانفرنسز کروائی گئیں، اور بڑے پیمانے پر یہ سلسلہ پھیلتا ہی گیا۔ یوں وطنِ عزیز کے گوشے گوشے میں ختمِ نبوت کا پیغام پہنچا اور قادیانیت کی بربادی کا سفر شروع ہو گیا۔ آپ نے مرزائیت کے خلاف صرف مضامین ہی نہیں لکھے بلکہ نظمیں بھی لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔ ۱۸ اپریل ۲۰۰۴ء کو آپ نے 'شیرانِ اسلام' کا شعبۂ ختمِ نبوت قائم کیا، جس نے وطنِ عزیز کے تمام صوبوں بلوچستان، کے پی کے، سندھ، پنجاب کے علاوہ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان میں لاتعداد ختم نبوت کانفرنسز، سیمینارز، تربیتی کنونشنز، کروا کر اس ضمن میں عوام کو شعور دیا ہے۔ کثیر سرمایہ خرچ کر کے لٹریچر چھپوایا اور تقسیم کیا ہے۔ آج بھی ملک بھر سے کوئی بھی شخص قادیانیت کو جاننا چاہتا ہے تو رابطہ کرنے پر لٹریچر اس کی دہلیز پر مفت پہنچایا جاتا ہے۔ یہ سب اہتمام آپ ہی کے طفیل ہے۔

قادیانیوں کی طرح بابی اور بہائی دو گروہ ہیں جو عقیدۂ ختمِ نبوت کے منکر ہیں۔ یہ مذاہب ایران سے آئے ہیں اور مرزا محمد علی (باب) اور مرزا حسین علی مازندرانی (بہاؤاللہ) نامی دو اشخاص کی نبوت کے قائل ہیں۔ ۱۸۶۰ء میں انہوں نے اپنے مذاہب متعارف کروائے۔ پاکستان کی چند جگہوں پر ان کے پیروکار پائے جاتے ہیں۔ حضور کے پاس ان کی خرافات پر مبنی چند کتابیں آئیں۔ جیسے بہاؤاللہ وعصرِ جدید، بہائیت وغیرہ۔ آپ کو یہ کتابیں پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ چنانچہ اپنے اس خادمِ بارگاہ (سعید) سے ان کے خلاف مضامین لکھوائے جو ماہنامہ الحقیقہ کی زینت بنے۔

اختصار کے ساتھ یہ چند اوراق نذرِ قارئین ہیں ورنہ حضور مفکرِ اسلام نے عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے جو کام کیا، اس کے بیان کے لیے دفتر درکار ہیں۔ ردِّ قادیانیت کے سلسلہ میں دورِ حاضر کے علماء ومشائخ کے لیے حضور مفکرِ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت وکردار مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی عزت وناموس کے تحفظ کے لیے ہر خاص وعام اپنے حصے کا کام کرے۔

عقیدۂ ختم نبوت

مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ غلام مصطفےٰ مجددی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام انبیاء کرام اور رسولان عظام علیہم السلام برحق ہیں، ان پر نازل ہونے والے صحائف اور کتب برحق ہیں، ان سب کے آخر میں حضور تاجدار ختم نبوت، شہنشاہ اقلیم رسالت، محمد مصطفےٰ، احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رحمت وہدایت بن کر جلوہ فرما ہوئے، نماز میں ہر مسلمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی آل پاک پر درود بھیج کر یہ عقیدہ اخذ کرتا ہے، پھر تشہد میں ان کی عبدیت ورسالت کی گواہی دے کر یہ نظریہ حاصل کرتا ہے کہ وہ ہی تمام نبیوں اور رسولوں سے آخر میں آئے اور سب سے اعلیٰ اور افضل ہوئے اور ان کی کتاب قرآن مجید تمام کتابوں سے آخری اور بہترین کتاب کی حیثیت سے نازل ہوئی اور ان کی شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ اور اکمل بن کر نمودار ہوئی، ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا، اُن کی ذات اقدس پر نبوت ورسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، امت کسی دجال اور کذاب کو تسلیم کرنے کیلئے ہرگز تیار نہیں، جس نے بھی نبوت کا یا نبوت کی کسی خود ساختہ قسم ظلی وبروزی وغیرہ کا دعویٰ کیا اُمت نے اسے کیفر کردار تک پہنچادیا، ذیل میں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عقیدہ ختم نبوت کے دلائل اور فضائل بیان کیے جاتے ہیں:

چند شرعی دلائل: قرآن مجید میں بہت سی آیات صراحت کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت پر روشنی ڈال رہی ہیں، ویسے تو سارا قرآن مجید ہی داستان ختم نبوت ہے کیونکہ حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر جو نازل ہوا ہے، اس کی نہایت مشہور آیت مبارکہ میں ہے:

x......ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین o اور لیکن وہ اللہ کا رسول اور آخری نبی ہے۔ (سورۃ الاحزاب: ۴۰)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں تمام متقدمین ومتاخرین کا اجماعی عقیدہ ہے کہ خاتم کا معنیٰ آخری ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی بن کر تشریف لائے ہیں۔

x......امام ازہری کا قول ہے: وخاتم کل شی آخرہ، اور ہر چیز کا خاتم اس کا آخر ہے۔ (التھذیب فی اللغۃ: ۱/۱۸۳)

x......امام جوہری کا قول ہے: کسی چیز کے خاتمے کا مطلب ہے آخر، اس معنیٰ میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء یعنی آخری نبی ہیں۔ (الصحاح فی اللغۃ: ۱/۳۳۰)

x......امام اصفہانی کا قول ہے: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے نبوت کو ختم فرمادیا یعنی اپنی بعثت کو مکمل کردیا۔ (المفردات باب الخاء)

x......امام افریقی کا قول ہے: خاتم اور خاتمہ ہر چیز کے انجام اور آخر کو کہا جاتا ہے۔ (لسان العرب: ۱۲/۱۶۴)

x......امام زبیدی کا قول ہے: ہر چیز کے خاتم کا معنی اس کا انجام اور آخر ہے، اس نبیوں کے خاتم کا معنیٰ ہے نبیوں کا

آخر۔ (تاج العروس:۱۶/۱۹۰)

ائمہ لغت کی تصریحات کے بعد اب ائمہ تفسیر کی تشریحات کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ اپنے قلب ونظر کو ایمان کی خوشبو سے مزید سرشار اور مشکبار کیا جائے:۸

x......امام محمود آلوسی فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصریح قرآن وسنت نے کی ہے، جس پر امت کا اجماع ہے، پس جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس دعویٰ پر مصر رہا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (تفسیر روح المعانی:۴/۴۳۰)

x......امام ابن حبان اندلسی فرماتے ہیں: جس شخص کا یہ نظریہ ہو کہ نبوت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور اس کو اب بھی حاصل کیا جا سکتا ہے یا جس کا عقیدہ ہو کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے وہ زندیق ہے اور واجب القتل ہے، آج تک جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، مسلمانوں نے ان کو قتل کر دیا۔ (تفسیر بحر محیط:۷/۲۳۶)

x......امام ابن کثیر دمشقی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سنت متواترہ میں بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ ساری دنیا جان لے کہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا کذاب ہے، جھوٹا ہے، دجال ہے، گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:۳/۴۹۴)

x......امام اسماعیل حقی فرماتے ہیں: ارشاد الٰہی ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہے تو اسے کافر کہا جائے گا کیونکہ اس نے نص کا انکار کیا ہے، اس طرح جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے کیونکہ حجت نے حق کو باطل سے واضح کر دیا ہے۔ (تفسیر روح البیان:۲۲/۱۸۸)

x......امام ثناءاللہ پانی پتی فرماتے ہیں: خاتم سے مراد وہ ذات ہے جس نے انبیاء کا سلسلہ ختم فرمادیا، اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اس میں حارج نہیں کیونکہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار کی حیثیت سے آئیں گے، پھر ان کی بعثت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قبل ہو چکی تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا ہے، کسی پہلے نبی کا باقی رہنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ (تفسیر المظہری:۷/۳۵۱)

x......امام علاء الدین خازن فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر نبوت ختم فرمادی، اب ان کے بعد نہ کوئی نبوت ہوگی اور نہ ان کے ساتھ کوئی شراکت ہوگی، اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے، ان کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ (معالم التنزیل خازن:۳/۴۷۰)

x......امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں، اگر ایک نبی کے بعد دوسرا نبی مبعوث ہوتا تو وہ نصیحت اور بیان کا مشن قدرے نامکمل چھوڑ جاتا، لیکن جس کے بعد کوئی نبی نہیں وہ اپنی امت پر از حد شفیق ہے، اس نے اپنی امت کیلئے کامل ہدایت چھوڑی، اس کی مثال اس والد مہربان کی طرح ہے جو باخبر ہے کہ اس کے بعد اس کے بیٹے کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں۔ (تفسیر کبیر: ۲۵/۲۱۴)

اس طرح کے جذبات وتصریحات کو دیگر بہت سی کتب تفاسیر میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، گویا اس پر تمام متقدمین ومتاخرین کا اجماع ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوسکتا، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت زیادہ احادیث صحیحہ متواترہ میں اس روشن عقیدے کی جلوہ آرائی ہے، چند احادیث کی زیارت کیجئے:

x......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی شخص نے کوئی گھر بنایا اور اس کو ہر طرح مکمل کیا، ایک اینٹ کی جگہ رہنے دی، میں نے آکر اس اینٹ کو مکمل کر دیا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل: ۴/۱۷۹۱) اس مضمون اور مفہوم کی اور بھی متعدد روایات متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مروی ہیں، جن کے حوالہ جات یہ ہیں: (صحیح بخاری کتاب المناقب: ۳/۱۳۰، صحیح مسلم کتاب الفضائل، جامع ترمذی، کتاب الامثال: ۵/۱۴۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۳۲۴، مسند احمد: ۳/۳۶۱، سنن بیہقی: ۹/۵، صحیح ابن حبان: ۱۴/۳۱۶، سنن نسائی: ۶/۴۳۶، مسند ابن حمید: ۱/۹۰)

x......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے دوسرے نبیوں پر چھ چیزوں کی بدولت فضیلت دی گئی، مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا اور میری رعب سے مدد کی گئی، اور میرے لئے غنائم کو حلال کیا گیا اور میرے لئے ساری زمین پاک اور سجدہ گاہ بنادی گئی اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ذریعے تمام نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۱/۳۷۱، جامع ترمذی: ۴/۱۲۳، مسند احمد: ۲/۴۱۱، صحیح ابن حبان: ۶/۸۷)

x......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور اس پر فخر نہیں اور میں تمام نبیوں کا آخری نبی ہوں اور اس پر فخر نہیں اور میں پہلا شفاعت کرنیوالا ہوں اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور اس پر فخر نہیں۔ (سنن دارمی: ۱/۴۰، معجم طبرانی اوسط: ۱/۶۱، کتاب الاعتقاد: ۱/۱۹۲)

x......حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں ہی حاشر ہوں اور میں ہی عاقب ہوں اور میں ہی مقفّی ہوں۔ (صحیح ابن حبان: ۱۶/۱۱۹، مستدرک حاکم: ۳/۴۲۹، معجم طبرانی کبیر: ۱۸/۴۶، کنز العمال: ۳/۲۰۸) عاقب کا معنٰی آخری نبی ہے، فرمایا: والعاقب اخر الانبیاء (مسند بزار: ۸/۳۳۹) اور فرمایا: والعاقب لیس بعدہ نبی، اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ (سنن دارمی: ۲/۴۰۹، معجم طبرانی

کبیر:۲/۱۴۱) مقفّی کا معنی بھی آخری نبی ہے۔(شرح مسلم نووی:۱۵/۱۰۶)

x .. حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور ضرور آخری نبی (لکھا گیا) ہوں کہ ابھی آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں موجود تھے۔(مسند احمد ۴/۱۲۷، صحیح ابن حبان:۱۴/۳۱۳، مستدرک:۲/۶۵۶)

عقیدہ ختم نبوت پر تین سو سے زائد روایات مذکور ہیں، ویسے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان نبوت سے نکلنے والا ہر لفظ مبارک اس عقیدے کا آئینہ دار ہے، پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی ساری زندگی بکثرت اس عقیدے کا پرچار کرتے رہے، انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں تمام جھوٹے مدعیان نبوت کی گردنیں توڑ کر رکھ دیں اور کسی گستاخ کو اس عقیدے پر شب خون مارنے کی اجازت نہ دی، یاد رہے کہ ایمان کی سلامتی کیلئے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل نبی اور اعلیٰ رسول ماننا ضروری ہے اسی طرح آخری نبی اور آخری رسول ماننا بھی ضروری ہے، ظلی اور بروزی قسم کے خود کاشتہ الفاظ استعمال کر کے کسی کذاب و دجال کے لئے اجرائے نبوت کا جواز فراہم کرنا پرلے درجے کی بدبختی اور شقاوت قلبی ہے، اسلام کی عمارت زمین بوس کرنے کی گہری سازش ہے، الحمدللہ امت محمدی نے کبھی اس قسم کی سازش پر سمجھوتا نہیں کیا اور نہ قیامت تک سمجھوتا کرے گی کیونکہ اس کی بقا اور استحکام کا دارومدار اسی عقیدے پر ہے، جس کو عقیدہ ختم نبوت کہا جاتا ہے، اگر کوئی شخص توحید اور اس کے تقاضوں کو ماننے کے باوجود بھی اس عقیدے کا انکار کردے تو اس کے کافر ہونے میں کوئی تردد نہیں رہتا، اقبال کہتے ہیں ؎

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

چند عقلی دلائل: حکمائے اسلام نے حضور پیغمبر نور کی نبوت اور ختم نبوت پر بہت سے عقلی دلائل بھی بیان کئے ہیں، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

x .. ”جب تم نے نبوت کے معنی جان لئے تو قرآن میں اور احادیث میں، بہت زیادہ غور کرو، اس سے تمھیں اس کا علم ضروری ہو جائے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں اور زمانے کی دوری اس تصدیق میں مخل نہیں ہے، جس طرح سابق تصدیق میں مخل نہیں، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اقوال وافعال، اعمال صالحہ اور عقائد حقہ کے ذریعے قوت علمیہ اور قوت عملیہ میں نفوس بشریہ کی تکمیل کی خبر دیتے ہیں اور نبوت کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں“(اثبات النبوہ:۵۸)

x .. نبوت میں شک یا تو اس کے امکان میں یا اس کے وجود میں یا ایک شخص معین کے لئے اس کے حصول میں ہوگا حالانکہ اس کا وجود اس کے امکان کی دلیل ہے اور اس کے وجود کی دلیل وہ علوم و معارف ہیں جن کا عقل سے حاصل ہونا متصور نہیں ہو سکتا، مثلاً علم طب و نجوم کہ جو شخص ان دونوں علوم سے بحث کرے گا یا اس کو بالبداہت اس کا علم ہوگا کہ ان دونوں کا ادراک الہام الٰہی اور اس کی جانب سے توفیق کئے بغیر نہیں ہو سکتا اور تجربہ کے ذریعے ان دونوں کی طرف پہنچنے کا

راستہ نہیں کیونکہ بعض احکام نجوم ایسے ہیں جو ہزار سال میں ایک بار واقع ہوتے ہیں تو یہ تجربہ سے کس طرح حاصل ہوسکتا ہے، یہی حال ادویہ کے خواص کا ہے، پس اس دلیل سے ظاہر ہوا کہ جن امور کا ادراک عقل نہیں کرسکتی ان کے ادراک کے طریقے کا وجود ممکن ہے اور نبوت سے یہاں یہی مراد ہے کیونکہ نبوت صرف اسی سے عبارت ہے بلکہ اس جنس کا ادراک جو مدرکات عقل سے خارج ہے نبوت کے خواص میں سے ہے اور اس کے علاوہ نبوت کے اور بھی بہت سے خواص ہیں، ان خواص میں سے جو ہم نے بیان کئے ہیں وہ سمندر کا ایک قطرہ ہیں" (اثبات النبوۃ:۷۳)

x . امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر تمہیں کسی شخص معین کے متعلق شک ہو کہ وہ نبی ہے یا نہیں تو تمہیں اس کا یقین اس طرح حاصل ہوسکتا ہے کہ اس کے احوال کا ذکر یا تو مشاہدے کے ذریعے یا تواتر کے ذریعے یا ایک دوسرے سے سن کر (حاصل کرے) کیونکہ جب تم نے طب اور فقہ کو جان لیا تو تمہارے لئے ممکن ہے کہ تم فقہا اور اطباء کو بھی ان کے احوال کا مشاہدہ کر کے اور ان کے اقوال کو سن کر معلوم کرسکتے ہو اگرچہ تم نے ان کو نہ دیکھا ہو، امام شافعی کے فقیہ ہونے اور جالینوس کے طبیب ہونے کی معرفت سے تم عاجز نہیں رہو گے اور یہ معرفت حقیقی ہوگی، تقلید کی بناء پر نہیں ہوگی، بلکہ اگر تم کچھ طب اور فقہ پڑھو گے اور ان کی کتابوں اور تصنیفوں کا مطالعہ کرو گے تو تم کو ان دونوں کی حالتوں کا علم ضروری حاصل ہوگا، اسی طرح جب تم نے نبوت کے معنی سمجھ لئے تو قرآن وحدیث میں بہت زیادہ غور کرو، اس وقت تمہیں اس کا علم ضروری حاصل ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے اسی درجے پر فائز ہیں، اس کی تائید تجربے سے بھی ہوتی ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے عبادات اور تصفیہ قلب کی تاثیر کے متعلق فرمایا ہے۔" (اثبات النبوۃ:۹۴)

x ......علما نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے اثبات میں کئی دلائل بیان کئے ہیں، پہلی دلیل جو جمہور علما کے نزدیک معتمد ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ان کے ہاتھوں پر معجزات کا ظہور ہوا، پہلی بات یعنی دعویٰ نبوت والی بات متواتر ہے اور تواتر بھی ایسا کہ جو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے قائم مقام ہے، جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، دوسری بات ظہور معجزات والی تو ان کے معجزات میں سے قرآن مجید بھی (ایک معجزہ) ہے، یہ اس وجہ سے بھی معجزہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کے ذریعے تحدی کی اور کسی نے معارضہ نہیں کیا، جہاں تک تحدی کا تعلق ہے تو یہ بھی متواتر ہے اور اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں، قرآن مجید میں تحدی کی بہت سی آیات ہیں، مثلاً یہ ارشاد ربانی کہ وہ اس جیسی بات لے آئیں، یہ قول کہ دس سورتیں اس جیسی بنا لائیں، یا یہ قول کہ ایک سورت ہی بنا لائیں، باقی رہا یہ دعویٰ کہ کسی نے معارضہ نہیں کیا تو اس کی دلیل یہ ہے کہ جب قرآن مجید نے تحدی کی اور بڑے بڑے بلغا اور فصحائے عرب سے اس جیسی سورت لانے کو کہا تو باوجودیکہ ان کی تعداد بطحا کے سنگ ریزوں سے زیادہ تھی اور اس چیز کی اشاعت کے وہ سب سے زیادہ حریص تھے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ کو باطل کرتی، علاوہ ازیں وہ غایت عصبیت اور حمیت جاہلیہ کے لحاظ سے مشہور تھے بلکہ مباہات اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی

خاطر دوسروں کو ہلاک کر دینے میں معروف تھے لیکن اس کے باوجود وہ اس جیسی ایک سورت بھی پیش کرنے سے قاصر رہے، یہاں تک کہ الفاظ کے ذریعے معارضہ کرنے کے بدلے انھوں نے تیغ آزمائی کو ترجیح دی، پس اگر وہ معارضہ پر قادر ہوتے تو یقیناً معارضہ کرتے اور اگر معارضہ کرتے تو وہ ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچتا کیونکہ اس کے نقل کرنے کے بہت سے ذرائع تھے"۔ (ایضاً:۹۷)

x۔ باقی دیگر معجزات مثلاً شق القمر، جمادات کا کلام کرنا اور حرکت کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف آنا، حیوانات کا کلام کرنا، تھوڑی خوراک سے بہت سے لوگوں کو آسودہ کرنا اور انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑنا اور غیب کی خبریں دینا، اس قسم کے افعال بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں تو اگرچہ ان معجزات میں سے ہر ایک متواتر نہیں ہے لیکن ان کے درمیان قدر مشترک یعنی معجزہ ہونا بلاشبہ متواتر ہے۔" (ایضاً:۱۰۷)

x......نبوت (کے اعلان) سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حالات اور دعوت کی حالت میں اور دعوت پوری ہونے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حالات اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اخلاق اور حکیمانہ احکام (بھی نبوت وختم نبوت کی دلیل ہے) اور ایسی جگہ پیش قدمی کرنا جہاں بڑے بڑے بہادر ہچکچاتے ہوں ان امور سے نبوت کے ثبوت پر استدلال کیا جا سکتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دین اور دنیا کی مہمات میں کبھی جھوٹ نہیں بولے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ بھی جھوٹ بولتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن اسے مشہور کرنے میں پوری کوشش کرتے، اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت سے پہلے اور بعد میں کسی برے فعل کا اقدام نہیں کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انتہائی فصیح تھے جیسے کہ فرمایا: میں جامع کلمات سے نوازا گیا ہوں حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُمی تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے احکام رسالت کے پہنچانے میں طرح طرح کی مشقتیں برداشت کیں یہاں تک کہ فرمایا: کسی نبی کو اس قدر تکلیف نہیں دی گئی جتنی مجھے پہنچائی گئی اور اس پر عزیمت میں کوتاہی کئے بغیر صبر کیا اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں پر غالب آ گئے اور لوگوں کی جانوں اور مالوں کے بارے میں حکم نافذ کرنے کے انتہائی مقام تک پہنچ گئے، تب بھی پہلی حالت نہیں بدلی بلکہ دنیاوی عمر کی ابتدا سے انتہا تک ایک ہی پسندیدہ طریقے پر چلتے رہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنی امت پر بہت شفیق تھے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فلا تذهب نفسك عليهم حسرات** اور فرمایا: **فلعلك باخع نفسك**، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ سخی تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ولا تبسطها كل البسط**، دنیاوی ساز وسامان کی طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ بالکل نہ تھی، چنانچہ قریش نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مال، عورت اور سرداری کا لالچ پیش کیا کہ اپنی دعوت کو چھوڑ دیجئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ غایت درجہ تواضع سے لیکن مال داروں اور ذی ثروت لوگوں سے پورے ترفع سے پیش

آتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنے دشمنوں کے مقابلے سے نہ بھاگے اگر چہ انتہائی خطرناک موڑ آجاتا جیسے کہ غزوہ احد اور جنگ خندق کے روز، یہ بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دل کے قوی ہونے اور باطن کی قوت پر دلالت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ''واللہ یعصمک من الناس '' کے ذریعے وعدہ کیا تھا جبکہ عادتاً ایسا نہیں ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حال نہیں بدلا اگر چہ مختلف قسم کے حالات پیش آتے رہے، غرض جو شخص ان امور کا اور ان جیسے دیگر امور کا تتبع کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اگر چہ ان میں سے ہر ایک خوبی نبوت پر تنہا دلالت نہیں کرتی کیونکہ کسی کا ایک آدھ خوبی میں دوسرے اشخاص سے ممتاز ہونا اس کے نبی ہونے پر دلالت نہیں کرتا لیکن ان کا مجموعہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی کو حاصل ہوتا ہے، پس حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں ان خوبیوں کا جمع ہونا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے کے عظیم دلائل میں سے ایک دلیل کامل ہے۔ (اثبات النبوۃ:۱۰۹)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حیات مبارکہ کو قرآن مجید نے ان کی نبوت ورسالت کی بہت بڑی دلیل قرار دیا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

آپ کہئے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تم پر اس (قرآن) کی تلاوت نہ کرتا اور نہ تم کو اس کی اطلاع دیتا، پھر بے شک اس سے پہلے میں تم میں عمر گزار چکا ہوں، کیا تم نہیں سمجھتے o (سورۃ یونس:۱۶)

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر نہ بھیجتا اور میں قرآن کی تم پر تلاوت نہ کرتا اور نہ میں تمھیں اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی خبر دیتا، اس آیت میں کفار اور مشرکین کے اس خیال کا رد ہے کہ یہ قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے کیونکہ مشرکین مکہ نے اول سے آخر تک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا مشاہدہ کیا تھا اور ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے تمام احوال معلوم تھے، وہ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اسی طرح چالیس سال کا عرصہ گزر گیا، پھر چالیس سال کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اچانک اس عظیم کتاب کو لے آئے جس میں اولین وآخرین کی خبریں ہیں اور تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور ملکی سیاست کے متعلق مفصل احکام اور پیش گوئیاں ہیں اور بہت دقیق علوم ہیں اور تمام فصحا اور بلغا اور علما اس کی نظیر لانے میں عاجز اور ناکام رہے تو ہر وہ شخص جس کے پاس عقل سلیم ہو وہ بداہتاً یہ جان لے گا کہ ایسا معجز کلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے فرمایا کہ میں بے شک اس سے پہلے تم میں عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں، کیا تم نہیں سمجھتے، پھر میں نے تم میں چالیس سال زندگی گزاری اور تم میرے صدق اور امانت اور پاکیزگی کو جان چکے ہو، میں نے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کی تو اب تم مجھ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں گا اور اس کے کلام کو بدل ڈالوں گا، کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھتے۔ (تفسیر تبیان القرآن:۵/۳۳۹) یہاں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق ختم نبوت کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے، مثلاً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری اور افضل نبی تسلیم کرنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی جان ومال واولاد سے بھی زیادہ محبت کرنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع میں زندگی گزارنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی کے لئے کوشاں رہنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی رکھنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کا مذہبی، سماجی، معاشی اور سیاسی بائیکاٹ کرنا وغیرہ۔

حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمہ

حضور مفکر اسلام قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ شمارہ ماہ صفر میں شائع ہو رہا ہے اور اس مقدس مہینے کا ایک مقدس دن سیدنا مخزن ولایت' مرجع طریقت، اکمل الکملا ءمقدام الصوفیہ' حضرت سیدنا علی بن عثمان داتا گنج بخش ہجویری رضی اللہ عنہ کا یوم عرس ہے۔ تصوف کیا ہے اور اسلام کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے، اسے سمجھنے کے لئے آپ کی مشہور و معروف کتاب 'کشف المحجوب' کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ یہی نہیں، یہ کتاب فیض مستطاب دل کی دنیا سے شکوک و شبہات کے اندھیرے نکالنے میں بھی لاجواب ہے۔ اس میں کتاب و سنت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا گیا ہے اور راہ حق کے مخلص مسافروں کے لئے منزل کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

یہ تکلیف دہ بات ہے کہ اسلام دشمن قوموں اور قوتوں نے مسلمانوں کو ان کے دین و تمدن اور تہذیب و تعلیم سے دور کرنے کے لئے انہیں اللہ کے پاک بندوں اور دین حق کے بے لوث علمبرداروں سے دور کرنا ضروری سمجھا تو اس کے لئے انہوں نے مسلمان کہلانے والے والوں میں سے جبہ و دستار سے آراستہ ایک گروہ کو خریدا اور انہیں اللہ والوں کی مخالفت پر مامور کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے توحید کے بہانے اپنے ناپاک مشن کو جاری کیا اور جاری رکھا۔ ورنہ حقیقت میں یہ صوفیہ عظام تھے جو اسلام کے بہترین سفیر اور توحید کے بہترین علمبردار تھے۔ یہ اپنے اپنے دور اور اپنے اپنے ماحول میں حضور' الصادق' اور' الامین' ( ) کے صادق ترین وارث اور امین ترین نمائندے تھے۔

ان کے تمام کمالات و کرامات اطاعت خداوندی و اتباع سنت مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ثمرات و برکات تھے۔ جو لوگ ان کے کمالات باہرہ اور تصرفات ظاہرہ کا مشاہدہ کرتے تھے، اگر ضد و تعصب سے خالی ہوتے تو فوراً اللہ علی کل شیی قدیر اور نبی (خبیر و بصیر) ﷺ پر ایمان لے آتے تھے۔ حق یہ ہے کہ انہوں نے محبوب خدا ﷺ کی ہدایت کے مطابق دل و جان سے اللہ کو مالک' حاکم کل مانا اور اس کے مقابلے میں اپنی یا کسی اور کی خواہشات کی پروا نہیں کی تو اللہ نے محض اپنے فضل سے اپنے محبوب اعظم و اکرم ﷺ کے ان سچے نائبوں کو ولایت و حکومت سے نوازا۔ ہاں ہاں بادشاہی دینا اور پھر سلب کرنا اسی رب یکتا کی شان ہے۔ دیکھئے قرآن پاک نے 'دعا' کا کیا انداز سکھایا

قل اللھم ملک الملک توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء ط بیدک الخیر ط انک علی کل شیءٍ قدیر ٥ (آل عمران: ٢٦)

ترجمہ: یوں عرض کر اے اللہ' ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے' بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

یقیناً دنیا کے بادشاہوں کو بادشاہی وہی عطا فرماتا ہے اور جسے جو اقتدار ملتا ہے' اسی کے عطا فرمانے سے ملتا ہے۔ پھر جب چاہے' وہی چھین بھی سکتا ہے کوئی اس کے آگے دم نہیں مار سکتا۔ یونہی دین کے بادشاہوں کو بھی حکومت و اقتدار سے وہی نوازتا ہے۔ مگر دین کے مقابلے میں دنیا کی جو حیثیت ہے' پوشیدہ نہیں' چنانچہ دین کے حوالے سے جو حکومت و عزت عطا فرماتا ہے اس کے مقابلے میں دنیا والوں کی

حکومت وعزت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ دین والوں کو وہ کیسی حکومت عطا فرماتا ہے۔ اس کی وضاحت اپنے داتا' اپنے گنج بخش حضور داتا گنج بخش علیہ الرضوان کی اسی کتاب کے حوالے سے کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں (مدعیٔ الوہیت سے ظہور معجزہ کی بحث میں)

زانچه اولیائے خدا وند تعالی مدبران ملک اند و مشرفان عالم و خداوند تعالیٰ مر ایشان را والیان عالم گر دانیده است حل و عقد آں بدیشاں با ز بسته و احکام عالم راموصول همت ایشان را گردانیده پس می باید که صحیح ترین رایها رائے ایشان باشد و شفیق ترین همه دلها دل ایشان بر خلق خدائے زانچه ایشان رسید گان باشند .

ترجمہ: اس لئے کہ اولیاء الٰہی مدبران ملک اور احوال عالم اور تمام عالم کے والی ہوتے ہیں اور نظام عالم ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہر قسم کے حل وعقد ان سے وابستہ ہوتے ہیں اور احکام عالم میں ان کا تصرف ہوتا ہے۔ بنا بریں یہ ضروری ہے کہ ان کی رائے تمام اہل الرائے پر فائق ہو، اور تمام قلوب کے مقابلے میں مخلوق کے ساتھ ان کا دل شفیق تر ہو، کیونکہ یہ لوگ خدا رسیدہ ہوتے ہیں۔ (ترجمہ کشف المحجوب از علامہ ابوالحسنات علیہ الرحمۃ)

ان اولیاء اللہ اور مدبران ملک میں خود حضرت داتا گنج بخش بڑے نمایاں ہیں۔ ان کے فیوض وبرکات کا چرچا صدیوں سے جاری ہے اور روز افزوں بھی۔ دیار وامصار کے مردان باخدا ان کے آستانہ فیض عالم پر حاضری دیتے رہے اور روحانی ترقیات پر فائز ہوتے رہے۔ لاکھوں مشرکوں کو توحید اور لاکھوں کافروں کو ایمان سے بہرہ ور کرنے والے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ بھی تکمیل مدارج کے لئے انہیں کے آستان عالی پر معتکف ہوئے اور مراد کو پہنچے۔ کون ہے جو ان کے اس خراج عقیدت کو (جو انہوں نے سرکار داتا علیہ الرضوان کی بارگاہ میں پیش کیا) نہیں جانتا

گنج بخش فیض عالم ' مظہر نور خدا　　　　ناقصاں را پیر کامل' کاملاں را رہنما!

خیال فرمایئے حضرت داتا کی گنج بخشی دنیوی حیات تک محدود نہیں' بلکہ تربت اقدس میں بھی یہ باران کرم جاری ہے اور حضرت غریب نواز قدس سرہ نے جس دور میں اعتکاف کیا' وہ وصال کے بعد ہی کا دور ہے۔ پھر ایک غریب نواز ہی نہیں' دوسرے اکابر اولیاء بھی، پھر یہ دین کے بادشاہ ہی نہیں' دنیا کے تاجدار بھی پھر بادشاہ اور وزراء ہی نہیں' بیکس وبینوا لوگ بھی' اور پھر اپنے یعنی مسلمان ہی نہیں ہندو سکھ عیسائی بھی مشکل گھڑی میں حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کے اس سچے وارث کی بارگاہ میں حاضری دیتے رہے' فریاد کرتے رہے، مرادیں مانگتے رہے اور جھولیاں بھرتے رہے

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں　　　　فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کے دربار دُربار فقراء ومساکین کا ہجوم دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ آخر اتنی کثیر تعداد کو حضور پرنور ﷺ کا یہ ارشاد کس نے سنا دیا ہے۔

اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشو ا فی اکنا فهم فان فیهم رحمتی (الامن والعلی بحواله ابن حبان ، خراطی وغیرهما)

ترجمہ: میرے رحمدل امتیوں سے فضل مانگو ان کے دامن میں آرام سے رہو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔

صدقت یا سیدی، ویا سیدنا ویا سید العلمین یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

واقعی جس میں حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کی رحمت واسعہ کی جلوہ گری ہے'اے غوث اعظم، اے داتا، اے گنج بخش'اے غریب نواز، اے گنج شکر ہی ہونا چاہئے۔ پھر جیسے مرد قبر میں بھی مرد'عورت قبر میں بھی عورت، مومن قبر میں بھی مومن'عارف قبر میں بھی عارف' غوث اعظم قبر میں بھی غوث اعظم' داتا گنج بخش قبر میں بھی داتا گنج بخش'غریب نواز قبر میں بھی غریب نواز اور گنج شکر قبر میں بھی گنج شکر ہی رہتا ہے (رضی اللہ عنہم) جنہیں کہیں سکون نہیں ملتا'ان کی قبروں پر ملتا ہے اور جن کی فریاد دنیا میں کوئی نہیں سنتا' یہ حضرات سنتے ہیں۔ انہیں اللہ وہ 'ملک' عطا فرماتا ہے جو سلب ہونے والا نہیں ہوتا اور انہیں ایسے خزانے عطا ہوتے ہیں کہ قبر میں جا کر یہ اور افزوں ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے جہنم زار میں ان کے دربار حقیقی راحت کدے ہوتے ہیں اور انہیں رحمت نگر بھی کہہ لیا جائے تو بجا ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

ان رحمت اللہ قریب من المحسنین ○ (الاعراف۔۵۶) ترجمہ: بیشک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

چونکہ یہ قبر میں 'محسن' ہی ہوتے ہیں بلکہ نفسانیت کا تھوڑا بہت نام و نشاں بھی برزخ میں ختم ہو جاتا ہے لہٰذا ان کے 'احسان' میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ محسن سے 'محسن تر' بن جاتے ہیں لہٰذا اللہ کی رحمت ان کے وصال کے بعد ان کے اور زیادہ قریب ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے ان 'مزارات' پر جو رحمت کی برسات ہوتی ہے، اس کی اور کہیں مثال نہیں۔ اللہ کی رحمت سے بڑھ کر کون مشکلکشا اور حاجت روا ہو سکتا ہے ،لہٰذا ان کے درباروں میں مشکلکشائی بھی ہوتی ہے' حاجت روائی بھی۔ پھر اللہ کی رحمت جس بندے سے قریب ہے، وہ اللہ کی رحمت کے سائے میں ہے بلکہ اس میں ڈوبا ہوا ہے۔ اب اگر وہ فریاد سنتا ہے' کسی کی بگڑی بناتا ہے' کسی کی مراد پوری کرتا ہے تو اسی رحمت خداوندی میں غریق ہونے کی وجہ سے یہ آستانے رحمت خداوندی کے نشان پاتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم اگر کسی کے کام نہیں آ سکتے تو اسے ایسے کریموں کا پتا دیں جو رحمت خداوندی کے مظہر ہیں اور خدا کے فضل سے آن کی آن میں بگڑی بنا سکتے ہیں۔ آخر یہ روزمرہ کا معمول ہے کہ بیماری کے علاج کے لئے کسی قابل ڈاکٹر یا طبیب حاذق کا پتا پوچھتے ہیں۔ پھر کسی مقامی ڈاکٹر سے شفایابی نہیں ہوتی یا اس کے بس کا روگ نہیں ہوتا تو کسی بڑے شہر کے بڑے ڈاکٹر کا پتا دیتا ہے (یا خود اس کی طرف REFER کرتا ہے) مگر وہ کتنا سنگدل ہے جسے کسی کا کام بنانے کی توفیق بھی نہیں اور جو کسی کا پتا بھی نہیں بتا سکتا بلکہ کسی مریض کو کہیں سے ایسے دارالشفا کا پتا مل جائے تو وہاں جانے سے روکتا ہی نہیں جانے والے کو مشرک کہتا ہے۔ یہ دیکھئے قسمت کی ستم ظریفی کہ خود کسی مریض و محتاج کے کام آنے سے رہا' اسے طبیب یا سخی کے پاس جانے سے روک رہا ہے، پھر اس سے آگے نکل جاتا ہے یعنی مریض و محتاج کو بھی گالیاں دیتا ہے بلکہ چارہ گر و چارہ ساز کو بھی برا بھلا کہتا ہے۔ غور کیجئے اس کی شقاوت و قساوت پر کسی نے اس کا برا نہیں چاہا کوئی اس کا دشمن نہیں' کوئی اسے نقصان نہیں پہنچانا چاہتا' یہ پھر بھی سب کو دشمن سمجھتا ہے'سب سے لڑائی مول لے رہا ہے، سب کو آنکھیں دکھا رہا ہے اور سب سے خواہ مخواہ الجھ رہا ہے۔ مگر کیا آپ نے سوچا اس کی لڑائی اللہ والوں سے نہیں' اللہ کی رحمت سے ہے' اللہ کی رحمت سے نہیں' خود اللہ سے ہے۔ جسے اپنی کم فہمی بلکہ کج فہمی سے توحید سمجھتا ہے، اس نے اسے مردود و مغضوب بنا کے رکھ دیا ہے۔ یہ خود کو اولیاء اللہ کا دشمن سمجھتا ہے اور اللہ اسے اپنا دشمن فرماتا ہے۔

من عاد لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب (بخاری)

جو میرے کسی ولی کا دشمن ہو میری طرف سے اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

ایک وہ ہے جو خود کو اللہ کا دشمن جانتا ہے، ایسے شخص کی بدبختی میں کیا شک ہے، دوسرا وہ ہے جسے اللہ اپنا دشمن قرار دے رہا ہے، کیا یہ بدبختی میں اس سے کم ہے۔

اولیاء کرام کے فضائل و کمالات قرآن پاک میں مذکور ہوئے، ان کی عظمت و شان کا ذکر احادیث مقدسہ میں وارد ہوا بلکہ بندۂ

مومن کی خداداد فضیلت کا عقیدہ خلافت آدم سے شروع ہوا اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے معجزات اوران کے سچے وارثوں کی کرامات کا تسلسل انسان کی ابتدائی تاریخ سے شروع ہوا۔ محبوب اعظم واکرم ﷺ کی عالمگیر بعثت سے جہاں توحید پوری آب وتاب سے نکھری اسلام کا مہر درخشاں پوری جلوہ سامانی سے طلوع ہوا وہیں خداداد عظمت وخلافت انسانی کا عقیدہ بھی منظر عام پر پوری قوت وشوکت سے آیا۔
کتاب وسنت سے مرد مومن کا کیا تصور ابھرتا ہے وہی جو حکیم الامت حضرت اقبال نے بیان فرمایا ہے

ہاتھ ہے اللہ کا ' بندۂ مومن کا ہاتھ   غالب وکار آفریں' کارکشا، کارساز!

مومن کی یہ شان قبر میں قائم بلکہ پہلے سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں وہ پابند ہوتا ہے موت کے ساتھ آزاد ہوجاتا ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے

الدنیا سجن المومن و جنة الکافر (مسلم۔مشکوۃ کتاب الرقاق)۔ ترجمہ: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت

بات لمبی ہوگئی، میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ اپنی قبر میں بھی اپنے روز افزوں روحانی کمالات وبرکات اور کرامات وتصرفات کے ساتھ زندہ وپائندہ ہیں۔ ایک زمانہ آپ کے جود وسخا کا گواہ ہے اور آپ کی عنایات وعطیات کے گن گا رہا ہے۔ میں یہاں چاہتا ہوں کہ چند ایسے واقعات جو خود میرے ساتھ رونما ہوئے ہیں یہاں بیان کروں تاکہ ایسے کریم عظیم کے کرم عظیم کا کچھ نہ کچھ شکر ادا کرسکوں بلکہ یہ شکر خدا کی تمہید ہے۔ حدیث پاک میں ہے

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (ترمذی شریف) ترجمہ: جس نے انسانوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہ کیا۔

یہاں سے اس بات پر بھی غور فرمالیں کہ جو لوگ اولیاء کرام علیہم الرضوان کی خداداد رحمتوں اور برکتوں کا شکر ادا نہیں کرتے وہ اپنے ہزاروں لاکھوں دعووں کے باوجود اللہ کے شکر گزار بھی نہیں ہوتے۔ ہاں ہاں یہ اللہ کا کرم ہے کہ اگر اس نے مشکلیں پیدا کی ہیں تو مشکلکشا بھی پیدا فرمائے ہیں۔ ایک شخص مشکلوں کا ذکر کرتا ہے مگر اللہ کے بنائے ہوئے مشکلکشاؤں کو خاطر میں نہیں لاتا تو یقیناً اللہ کا شکر ادا کرنے کی سعادت سے بھی محروم ہے۔

ہاں میں یہاں اپنے سے پیش آنے والی داتا صاحب قدس سرہ کی عنایات کے واقعات سنانا چاہتا ہوں مگر اس سے پہلے ایک واقعہ حضرت اقبال علیہ الرحمۃ کا بھی سن لیجئے۔ شاید یہ آپ کو کسی کتاب میں نہ ملے اسے مجھے میرے استاد گرامی حضرت علامہ مولانا محمد بخش صاحب مسلم بانی مسلم مسجد لاہور نے سنایا تھا اور حضرت مسلم حضرت اقبال اور حضرت قائد دونوں کے دست راست اور معتمد علیہ تھے۔

آہ ۱۹۶۰ اور ۱۹۶۱ کے وہ دن کتنے کیف انگیز تھے جب شام کے وقت حضرت مولنا محمد بخش مسلم علیہ الرحمہ اپنے دولتخانے سے اکثر تشریف لاتے اور یہ فقیر بارگاہ مرشد سنٹر ٹریننگ کالج لاہور کے ہاسٹل سے مغرب کے بعد دفتر سواد اعظم اندرون موچی دروازہ لاہور میں حضرت مولانا غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ حاضر ہوجاتا تو گویا ارواح ثلاثہ کا یہ روزانہ علمی وفکری اجتماع ہوتا۔ اس میں حضرت مسلم بہت زیادہ اپنے مشاہدات بیان کرتے اور علمی وفکری عقدوں کی گرہیں کھولتے اور حضرت نعیمی بھی کبھی لب کشائی فرماتے مگر یہ فقیر محض ان بزرگوں کے ارشادات سنتا اور کبھی سوالات بھی کرتا۔ انہیں محفلوں میں ایک دن حضرت مسلم علیہ الرحمۃ فرمانے لگے کہ ایک بار علامہ اقبال علیہ الرحمہ کا گلا دکھنے لگا اور بات کرنا دشوار ہوگیا تو ہم نے کسی ڈاکٹر کو بلانے کا ارادہ کیا۔ علامہ فرمانے لگے نہیں، کسی ڈاکٹر یا حکیم کو بلانے کی ضرورت نہیں۔ میرا علاج اسی طرح کرو جیسے ایک درویش خدامست نے سرسید احمد خاں کا کیا تھا۔ ہوا یہ کہ سرسید کہیں تقریر کرنے کے لئے پہنچے مگر گلا بیٹھ گیا اور بات نہیں ہوتی تھی۔ اتنے میں ایک درویش کہیں سے آنکلا۔ اس نے کہا تیرے عقائد تو ٹھیک نہیں مگر آج تو اچھی بات

کہنے کے لئے آیا تھا لہذا تیر اگلا ٹھیک کئے دیتے ہیں' چنانچہ اس (درویش) نے زمین سے تھوڑی سے مٹی اٹھائی اور سید کے گلے پر لگادی، گلا فوراً ٹھیک ہوگیا' اس نے حضرت علامہ سے پوچھا' ہم یہ علاج کیونکر کریں' فرمایا حضرت داتا گنج بخش کے آستانے سے تھوڑی سی مٹی اٹھا کر لے آؤ اور گلے پر لگادو' گلا ٹھیک ہوجائے گا'

ڈاکٹری معائنہ: اب سنئے میری کہانی، میں ۱۹۶۰ء میں سنٹرل کالج لاہور کی کلاس بی ایڈ میں داخل ہوا تو وہ حسب معمول ایک ڈاکٹر کو بلا کر اپنی اصطلاح کے مطابق سب طلباء کی ڈاکٹری کرواتے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہوتا کہ ایک چھوٹے سے کمرے میں ڈاکٹر ایک ایک طالبعلم کو بلا کر تنہائی میں اسے ننگا کر کے چیک اپ کرتا۔ مجھے یہ انداز نہایت ہی گھناؤنا محسوس ہوا۔ وہاں اس موقعے پر ایک پروفیسر صاحب جنہوں نے میرے داخلے میں دلچسپی لی تھی بھی تشریف لے آئے۔ میں نے ان سے فریاد کی مگر انہوں نے مسکرا کر فرمایا' مولانا، یہ تو ایک معمول کی بات ہے، سب کے ساتھ ہوتا ہے' آپ بھی کرالیں'۔ میں سخت گھبرایا کہ چھٹکارے کی جو ایک صورت بنی تھی' وہ بھی ختم ہوگئی۔ اب میں نے حضرت داتا صاحب قدس سرہ سے استمداد کی مگر کچھ شوخ انداز میں۔ میں نے عرض کیا' حضور! ہم تو لاہور میں آپ کے مہمان بن کر آئے ہیں تو کیا مہمانوں کے ساتھ یوں سلوک کیا جاتا ہے۔ دل ہی دل میں یہ فریاد کر رہا تھا کہ میری باری بھی آگئی۔ میں اندر گیا تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا 'مولانا آپ تو بالکل ٹھیک ہیں' میں نے کہا' جی! بالکل ٹھیک ہوں' تو بغیر کسی قسم کے چیک اپ یا ٹیسٹ وغیرہ کے بولے تو اچھا پھر جاؤ'۔

ایک لڑکی اور ایک لڑکا: اسی کالج کے ہاسٹل میں قیام کے دوران میں اکثر نمازیں اور بالخصوص رمضان المبارک کی عشاء داتا صاحب علیہ الرحمہ کی مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام کرتا تھا۔ رمضان شریف میں نماز عشا کے لئے ایک رات اپنے کمرے سے نکل کر باہر سڑک پر آیا تو دیکھا خانہ بدوشوں کے ایک خیمے میں سے ایک لڑکی نکل کر اچھل کود رہی ہے۔ اس کی عمر بمشکل چھ سات سال ہوگی اور یہ بار بار کہہ رہی تھی' جب پیار کیا تو ڈرنا کیا'۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر دل بہت زیادہ افسردہ ہوا۔ بار بار یہی خیال آتا تھا کہ جب اس عمر میں اس کی بیبا کی کا یہ عالم ہے تو جوان ہو کر یہ کیا کیا آفتیں ڈھائے گی۔ میں نہایت مغموم واداس، اسی قسم کے افکار وخیالات میں ڈوب کر دربار شریف میں حاضر ہوا تو سب سے پہلے حسب معمول حضرت داتا قدس سرہ کی چوکھٹ پر حاضر ہوا اور سلام کیا۔ پھر مسجد میں آیا تو چند لمحوں کے بعد جماعت کھڑی ہوگئی۔ اس وقت ایک چھوٹا سا بچہ جو بمشکل چار پانچ سال کا ہوگا میرے ساتھ کھڑا تھا۔ مسجد کے امام صاحب کوئی سرحدی پٹھان تھے بے نیاز قسم کے' وہ تراویح کی نماز عام قاریوں کی طرح جلدی نہیں پڑھاتے تھے بلکہ بہت آہستہ آہستہ۔ یہ بچہ نماز فرض' سنت ونفل پڑھ کر تراویح میں بھی کھڑا رہا۔ حتیٰ کہ امام صاحب کی رکعت سے جو نماز تراویح بڑے لوگوں کے لئے بھی صبر آزما ہوچکی تھی' اس بچے نے کمال ہمت وحوصلہ سے اسے ادا کیا۔ امام صاحب نے نماز وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کے لئے تکبیر کہی تو بچہ رکوع میں چلا گیا اور امام صاحب کے رکوع میں آنے تک رکوع ہی میں رہا گویا یوں سمجھئے داتا صاحب نے میرے مغموم دل کو تسلی دینے کے لئے وہاں کھڑا کیا جہاں ساتھ ایک ایسا سعادتمند بچہ نماز پڑھنے والا تھا جو اس لڑکی سے بھی کم عمر تھا۔ گویا اشارہ اس طرف تھا کہ اگر لڑکی کے انداز سے پریشانی ہوئی ہے تو یہ بھی دیکھو ابھی ملت میں اس سے بھی کم عمر بعض ایسے بچے بھی ہیں جو از حد سعید ہیں۔

بیس روپے: سرکاری ملازمت کے جلد بعد میں نے اپنے دل میں ٹھان لی تھی کہ مہینے میں ایک بار ضرور حضرت داتا گنج بخش کے ہاں حاضری دیا کروں گا۔ چنانچہ سالہا سال تک یہی معمول رہا۔ ایک بار جب گورنمنٹ ہائی سکول علی پور چٹھہ میں فرائض تدریس سرانجام دے رہا تھا۔ داتا صاحب علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ یہ ۱۹۶۸ء کے ابتدائی دنوں کا واقعہ ہے۔ اس زمانے میں داتا صاحب کے دربار میں (جمعرات کی) ہفتہ وار محفل آپ کے سرانور کی طرف ایک برآمدے میں ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ یہ تقریب جاری تھی اور میں مواجہہ شریف میں

(یعنی حضور داتا صاحب قدس سرہ کے چہرۂ پرنور کی طرف) بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں سے محفل محض چند فٹ کے فاصلے پر تھی اور آواز پوری طرح سنائی دے رہی تھی۔ ایک نعت خواں پارٹی نے جب یہ شعر پڑھا کہ

میری ساری عمر دی کمائی — داتا دی گلی دے پھیرے
کیہ جانن عقلاں والے — جو رشتے نے تیرے میرے

تو دل بہت محظوظ ہوا۔ میں نے جی ہی جی میں عرض کی 'حضور، میں مہینے میں ایک دفعہ حاضر ہوتا ہوں۔ اگر میرے لئے آپ بیس روپے کا انتظام کر دیں تو ہر جمعرات کو حاضر ہو جایا کروں گا۔ (اس وقت علی پور چٹھہ سے لاہور تک بس کا کرایہ سوا دو روپے، آنا جانا ڈبل ہو گیا ساڑھے چار روپے، بس سٹینڈ سے داتا دربار کا چار آنے اور ڈبل (آنے جانے کا) آٹھ آنے۔ گویا ایک بار آنے جانے کا کل پانچ روپیہ اور چار بار کا بیس روپے)

حیرت کی بات یہ ہوئی کہ واپس علی پور چٹھہ پہنچا تو فخر العلماء حضرت علامہ حافظ ابوالشفقات علامہ محمد سعید احمد صاحب مدظلہ العالی فرمانے لگے 'آپ! رسول نگر سے ایک چودھری صاحب آئے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک خطیب چاہئے جسے تانگے والا لیجایا اور واپس چھوڑ جایا کرے گا، خطیب کو ہم بیس روپے ہی دے سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ کیسا تصرف ہے آدھی رات کے وقت عرض کی اور واپس گھر پہنچنے سے پہلے پہلے انتظام کر دیا۔)

بابا گلاب شاہ علیہ الرحمہ: رسولنگر کی جس مسجد میں خطبہ جمعہ کے لئے تقرر ہوا، وہ حضرت بابا گلاب شاہ صاحب سے منسوب ہے اور اس کی مشرقی دیوار کے ساتھ بابا جی کا مزار پر انوار ہے۔ ایک دو مہینے کے بعد علی پور چٹھہ سے گورنمنٹ ہائی سکول شکر گڑھ میں میرا تبادلہ ہو گیا تو وہاں سے پہلی بار حسب معمول ہفتہ وار حاضری کے لئے حاضر ہوا تو واپسی پر بس اڈے پر پہنچا ہی تھا کہ دل رسول نگر کے لئے بیقرار ہو گیا۔ میں شکر گڑھ جانا چاہتا تھا اور کوئی غیر مرئی طاقت رسول نگر کا اشارہ ہی نہیں کر رہی تھی بلکہ یوں لگتا تھا جیسے گلے میں رسہ ڈال کر زبردستی کھینچ رہی ہے۔ بہر حال رسول نگر پہنچ گیا۔ یہ ایک عجیب تجربہ تھا اور خود مجھے بھی سخت حیرت تھی۔ کسی صاحب اسرار سے پوچھا تو بولا 'بابا گلاب شاہ علیہ الرحمہ مجذوب ہیں اور تم نے ان سے اجازت لئے بغیر ہی جانے کا اعلان کر دیا۔ اب جاؤ' منت سماجت کرو اور باقاعدہ اجازت لے کر رخصت ہو جاؤ۔ امید ہے اب ایسا نہیں ہوگا۔ چنانچہ یونہی ہوا (یعنی پھر کچھ نہ ہوا)

انبیاء علیہم السلام کی دعا اور واپسی کی اجازت: (گورنمنٹ ہائی سکول) شکر گڑھ میں تبادلہ ہو گیا تو یہاں سے بھی جمعرات کی ہفتہ وار حاضری جاری رہی۔ ہاں کبھی کسی ناگزیر مجبوری کی بنا پر جمعرات کو حاضر نہ ہو سکتا تو ہفتے کے دن آستان بوسی کرتا۔ اس زمانے شکر گڑھ نارووال سے لاہور کا سفر ٹرین کے ذریعے ہوتا تھا (کیونکہ نارووال مرید کے روڈ بعد میں تعمیر ہوئی) ایک بار ہفتے کی حاضری تھی سوا اتوار کی صبح کو نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر داتا صاحب کے آستان عالی پر حاضر ہو کر اجازت طلبی کی نیت سے سلام عرض کیا تو دل کو محسوس ہوا جیسے ابھی واپسی کی اجازت نہیں۔ (اس وقت دل کو یقین تھا کہ حضرت اجازت نہیں دے رہے) چنانچہ رک گیا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد کتابوں کی دکانیں کھلیں تو میں مکتبہ نبویہ پر حاضر ہوا کہ کوئی نئی کتاب آئی ہو۔ انہوں نے رئیس التحریر مولانا ارشد القادری علیہ الرحمہ کی کتاب 'جماعت اسلامی' دکھائی۔ میں اسے خرید کر دربار شریف میں آ گیا۔ اگلی ٹرین کے وقت کا اندازہ کر کے اب میں دوبارہ دربار شریف پر حاضر ہوا تو یوں لگا جیسے اجازت ہو۔ داتا صاحب قدس سرہ نے پہلے اجازت اسی لئے نہیں دی تھی کہ اس دور میں سوشلزم کا بہت شور تھا۔ اس کے رد کے لئے، اور اس کے مقابلے میں اسلام کی برتری ثابت کرنے کی مساعی میں جماعت اسلامی ہمارے ساتھ تعاون کر رہی تھی اور شکر گڑھ کے دیوبندی لوگ

اپنے غلام غوث اور مفتی محمود کی اقتدا میں اس دور کے سوشلسٹوں کا ساتھ دے رہے تھے۔ ظاہر ہے اکٹھے چلنے پھرنے سے دل کچھ نہ کچھ ایک دوسرے کی طرف مائل ہو ہی جاتا ہے۔ اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دل پہلے مائل ہوتا ہے تو پھر قائل اور آخر میں بری طرح گھائل ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو مودودی صاحب کے ساتھ محبت کی اس آخری منزل پر پہنچ گئے ہیں وہ زبان سے مودودی صاحب کو معصوم نہ بھی کہیں مگر عملاً انہیں معصوم ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مودودی صاحب اگر تمام اکابر ملت پر بھی کیچڑ اچھالیں، تو ان کے تیر عقیدت سے گھائل ہونے والے معاذ اللہ سب اکابر کو باطل پر اور انھیں (یعنی مودودی صاحب) ہی کو حق پر سمجھتے ہیں، اگر ان کا قلم کسی صحابی رضی اللہ عنہ بلکہ کسی خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ سے بغاوت پر آمادہ ہو تو بھی ان کے پرستار کے کان پر جوں نہیں رینگتی، بلکہ وہ مودودی کے بجائے انہیں بر سر غلط سمجھتا ہے، یہیں تک نہیں، اگر ان کا قلم کسی نبی معصوم علیہ السلام کے خلاف محاذ آرا ہو تو بھی گھائل ہونے والوں کو تکلیف نہیں ہوتی۔ انھیں تکلیف اسی وقت ہوتی ہے جب کوئی شخص انبیاء کرام علیہم السلام صحابہ عظام علیہم الرضوان کی حمایت میں مودودی صاحب کی لایعنی اور غیر ایمانی تنقید کا جواب دیتا ہے۔ گھائل ہونے والے مودودی صاحب کے تیر نظر سے اس حد تک گھائل ہو چکے ہیں کہ وہ اگر خود حضور سید الانبیاء علیہم السلام کے خلاف بھی اول فول بکے تو انھیں ذرہ بھر احساس نہیں ہوتا، انھیں اپنے کلمے کی شرم ہوتی ہے نہ اللہ کے عذاب کا ڈر ہوتا ہے۔ بہر حال آغاز مائل ہونے ہی سے ہوتا ہے۔ مجھے بھی مودودی صاحب سے کچھ نہ کچھ میلان ہو گیا تھا چنانچہ ان کے خلاف کوئی بات کرتا یا کارٹون وغیرہ بناتا تو تکلیف سی محسوس ہونے لگی تھی۔

یہی بیماری تھی جس کا سدباب حضور سیدنا داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ نے اپنے تصرف سے کیا۔ میرے دل کو سمجھا دیا کہ ابھی جانا نہیں۔ کتاب لے کر حاضر ہوا تو گویا اجازت ہوگئی۔ مجھے بھی اس بات کا یقین ہو گیا کہ سب کچھ 'کتاب' کے حصول کے لئے کیا گیا ہے اور دراصل یہ میرا ایمان بچانے کی تدبیر ہے۔ مگر پھر میں سوچتا رہا واقعی داتا صاحب کی پاکستان بلکہ دنیا کے حالات پر کتنی گہری نظر ہے۔ انھیں یہ بھی معلوم ہے کہ آنے والا کس مرض میں مبتلا ہے۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے لئے کونسا نسخہ مفید ہوگا۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ جس کتاب میں علاج ہے وہ کس نے اور کہاں لکھی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ بیمار کو کب اور کہاں سے ملے گی۔ پھر میں سوچتا رہا کہ واقعی داتا کو ایسا ہی ہونا چاہئے کہ قبر میں ہو اور آنے والوں کو بلکہ ان کے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہو۔ اور یہ بھی سوچتا رہا کہ داتا صاحب نے کتنی صدیوں میں میرے جیسے کتنے لوگوں کا ایمان بچایا ہوگا۔ واقعی اے معلم کائنات علیہ الصلوات واکمل التحیات کے عظیم وارث و نائب، تجھے ایسا ہی مبلغ ہونا چاہئے۔ پھر میں حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے شعر پر غور کرنے لگا تو ایک گتھی اور سلجھ گئی۔ آپ کا شعر مشہور جو اوپر بھی آپ کی نظر سے گزر چکا ہے

گنج بخش فیض عالم ،مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما!

کاملاں سے مراد تو حضرت غریب نواز جیسے اکابر ہیں (رضی اللہ عنہم) اور 'ناقصاں' آپ جیسے ناقص و ناکس و ناکارہ و آوارہ لوگ ہیں۔

دیکھا آپ نے اگر مودودی صاحب اپنے حلقہ بگوشوں کو داتا صاحب کے دربار سے روکتا رہا تو حضور داتا صاحب اپنے نیاز مندوں کو کس طرح اس 'بیوفا' کے دام ہمرنگ زمیں سے بچاتے ہیں۔

غالباً اسی سفر میں ایک اور الجھن بھی تھی۔ میں شکر گڑھ سے چلا تھا تو کسی نے پوچھا تھا کہ کیا انبیاء کرام علیہم السلام کی ساری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ میں نے جواب دیا بالیقین ان کی سب دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ اگر چہ میرے پاس اس کے کئی ثبوت تھے اور ہیں مثلاً بخاری شریف کی وہ حدیث پاک جس میں کثرت نوافل سے قرب الٰہی کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے والے کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا

وان سالنی لا عطینه (بخاری)۔ ترجمہ: اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور ضرور اس کو عطا کرتا ہوں۔

ظاہر ہے جب ایک مرد مقرب کا یہ عالم ہے تو غوث کا' پھر غوث الاغیاث کا، بہت آگے جا کر صحابی کا' پھر بیعت رضوان والے کا، پھر بدری کا، پھر عشرہ مبشرہ کا، پھر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور پھر انبیاء کرام علیہم السلام کا کیا مقام ہوگا۔ مگر معاملہ اس وقت الجھتا ہے جب یہ حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر آتا ہے جو انھوں نے اپنے بیٹے کے حق میں کی تھی۔ چنانچہ میں اس سلسلے میں لاہور کے بعض علماء سے بھی ملا مگر معاملہ جوں کا توں رہا۔ داتا صاحب علیہ الرضوان سے اجازت لے کر واپسی کے سفر پر روانہ ہوا تو نارنگ منڈی کے قریب شرح صدر کی سی کیفیت طاری ہوئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے حضرت داتا قدس سرہ خود یہ مضمون سینے میں ڈال رہے ہیں۔ میں نے لکھنا شروع کیا، کچھ اپنی ڈائری پر اور کچھ اسی کتاب (جماعت اسلامی) پر۔ مجھے افسوس کچھ عرصہ بعد ڈائری پاس رہی نہ کتاب۔ بہر حال اس سارے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ یہ تو مسلم ہے کہ اللہ جل شانہ ارحم الراحمین ہے اور اس کی رحمت میں کوئی نقص یا کمی نہیں۔ جب اس کی رحمت واقعی ہر قسم کی کمی سے پاک ہے تو ظاہر ہے پھر کسی کو عذاب نہیں ہونا چاہئے۔ مگر واقعتاً ایسا نہیں، دوزخ بھی اپنے طبقات سمیت موجود ہے اور اس میں کچھ لوگ ڈالے بھی جائیں گے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس کی رحمت کامل و واسع ہے تو یہ صورت حال کیوں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ کی رحمت تو کامل ہے مگر اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے بھی ایک اہلیت کی ضرورت ہے۔ لہٰذا جن میں اہلیت نہیں، وہ یقیناً دوزخ ہی کے لائق ہیں اور لامحالہ یہی ان کا آخری ٹھکانا ہوگا۔ یونہی سمجھ لیں انبیاء کرام علیہم السلام قرب کامل پر فائز ہیں اور ان کی ہر دعا قبول کامل سے مشرف۔ مگر ایسے بدنصیب بھی ہیں جو ان کی دعا کے فیض سے فائدہ اٹھانے کے اہل نہیں، اب یہ اہل نہ ہونا دعا کی قبولیت میں کمی کا مظہر نہیں بلکہ بدنصیب لوگوں کی اپنی کوتاہی بخت اور عدم اہلیت ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ مجھے تو حضور داتا صاحب قدس سرہ نے مطمئن کر دیا (کوئی اور ہو نہ ہو، اس کا ذمہ مجھ پر نہیں، ہاں اس کا ذکر میں نے جس جس سے بھی کیا، مطمئن ہو گیا)

جلوہ پیر کا: میں جدی پشتی غلام ہوں۔ غوث الاغیاث، قطب الاقطاب، قیوم زمانی حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کا' اور میری بیعت ہے ان کے لخت جگر شیخ المشائخ شہنشاہ ولایت، ناشر زہد و طریقت، قیوم زمانی حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے۔ میرے والد ماجد تاجدار علی پور حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے اور عاشق زار تھے ان کے اولین سجادہ نشین حضور نقش لاثانی کے (قدس سرہ)

میرے نانا جان چودھری علی محمد مرحوم اور میرے ماموں جان چودھری چراغ لطیف مرحوم، دونوں اپنے اپنے وقت میں دربار عالی میں خصوصی خدام میں داخل تھے۔ اس خاندانی وابستگی کے سبب مجھے بھی ہمیشہ اپنے پیر خانے سے خصوصی لگاؤ رہا مگر دور آخر میں یہ تعلق کئی گنا زیادہ ہو گیا۔ سفر و حضر میں حاضر خدمت رہا، کئی سال جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں تدریس کے دوران ہر روز دربار شریف حاضر ہوتا اور صبح یہیں سے کالج روانہ ہوتا۔ شاید اس وقت دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں اتنی حاضری دی ہو، اس کا سبب کیا ہے، حضور شہنشاہ ولاثانی اور حضور نقش لاثانی قدس سرہما کی نظر رحمت کے علاوہ، حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کی نگاہ کرم ! ہوا یہ کہ میں نے ۱۹۷۰ء کے لگ بھگ ایک منقبت لکھی تھی

'میرے آقا، میرے مولا گنج بخش'

اس میں ایک شعر تھا

میں بھی دیکھوں جلوہ اپنے پیر کا — کردو میری آنکھ بینا گنج بخش

دل یہ کہتا ہے کہ گنج بخش نے یہ التجا بھی قبول فرمائی اور مرشد کامل کے ساتھ ربط پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو گیا۔

کشف المعانی لمکتوبات امام ربانی

شرح مکتوبات شریف (مکتوب ہشتم)

حضور محدث زماں علامہ محمد اسحاق نظیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ادارہ الحقیقہ کے لیے جہاں یہ امر باعث عز وشرف ہے وہیں ہمارے قارئین کے لیے مادیت زدہ ماحول میں، قطب وقت قندیل نورانی محدث رحمانی، غوث صمدانی، امام ربانی، المجد دالمنورالف ثانی، ابوالبرکات شیخ بدرالدین احمد فاروقی، نقشبندی، سرہندی قدس سرہ العزیز کے مکاتیب جو مکتوبات امام ربانی (مکتوبات شریف) کے نام سے معروف ہیں، علوم ومعارف اور حقیقت ومعرفت کا بحرِ زخار ہے جو اس قدر مشکل اور اَدق ہیں کہ بقول امام ربانی مجدد الف ثانی علما کے علوم اور اولیاء کے معارف سے وراء ہیں جو مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس ہیں اور الف ثانی کے مجدد کے ساتھ خاص ہیں۔ نیز یہ علوم ومعارف کشف صحیح اور الہام صریح سے ثابت ہیں جو کتاب وسنت کے عین مطابق اور اہلسنت کے عقائد وآراء کے بالکل موافق ہیں۔

ادارہ مجلہ الحقیقہ اپنے قارئین کے لیے آسان اور عام فہم انداز میں، محدث زماں حضرت علامہ محمد اسحاق نظیری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ "کشف المعانی لمکتوبات امام ربانی" جو کہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات شریفہ کی شرح، پہلی بار شائع کر رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے مزار پرانوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، حضرت علامہ محمد اسحاق نظیری رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے، مجلہ الحقیقہ کو اسلام اور تصوف کی حقیقی تصویر پیش کرنے اور قارئین کو فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ الحقیقہ)

فارسی	اردو
"دربیان احوالیکہ بہ بقاوصحو تعلق دارند نیز بہ پیر بزرگوار خود نوشتہ اند"	بقا اور صحو سے تعلق رکھنے والے احوال میں نیز اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا ہے
"عرضداشتِ کمترین بندگان احمد آنکہ"	سب غلاموں سے کمتر غلام۔ "احمد" کی عرض یہ ہے کہ
"ازان زمان کہ بصحو آوردہ اند وبقا بخشیدہ اند علومِ غریبہ ومعارف نادرہ غیر متعارفہ بتواتر وتوالی فائض ووارد اند اکثر آنہا بہ بیانِ قوم واصطلاحِ متداول شان موافقت ندارند"	جس زمانہ میں بندہ کو صحو میں لائے اور بقا بخشی ہے اس زمانہ سے عجیب قسم کے علوم اور کبھی ظاہر ہونے والے پہچان میں نہ آنے والے معارف پے در پے تواتر کے ساتھ فائض اور وارد ہو رہے ہیں ان سے اکثر قوم (مشائخ) کے بیان اور انکی مشہور اصطلاح سے موافقت ہی نہیں رکھتے۔
"ہر چہ از مسئلہ وحدتِ وجود وتوابع آن گفتہ اند اوائل بآن حال مشرف ساختہ اند شہود وحدت در کثرت میسر شد ازان مقام بدرجات بالا بروند وانواعِ علوم درین ضمن افادہ فرمودند"	جو کچھ وحدت وجود اور اسکے توابع کے مسئلہ میں کہا ہے ابتدائی دور میں اس حال سے (بندہ کو) مشرف کیا ہے اور کثرت میں وحدت کا شہود میسر ہوا (یعنی کثرتِ وجود میں وحدت کا مشاہدہ ہوا) اس مقام سے کئی درجے اوپر جاتے ہیں اور اس ضمن میں کئی قسم کے علوم کا فائدہ دیتے ہیں۔

''اما مصداقِ آن مقامات و معارف از کلام قوم صریحاً یافتہ نمی شود''	مگر ان مقامات اور معارف کی تصدیق قوم (مشائخ سلسلہ) کے کلام سے وضاحت کے ساتھ نہیں پائی گئی۔
''اشارات و رموز اجمالیہ در کلامِ شریف بعضے از بزرگانِ ایشاں ہست''	اشارات اور اجمالی رموز ان بزرگوں سے بعض کے کلام شریف میں ہیں (یعنی بعض بزرگوں کے کلام میں اشارے اور رموز ملتے ہیں۔)
''لیکن گواہِ عدل بر صحت آنہا موافقت ظاہر شریعت و اجماع علماءِ اہلسنت است''	لیکن ان (علوم و معارف) کے صحیح ہونے پر با انصاف گواہ ظاہر شریعت کی موافقت اور علماء اہلسنت کا اجماع ہے۔
''در ہیچ چیزے مخالفت بظاہرِ شریعت غرا ندارند و ہیچ موافقت بحکما و اصولِ معقولۂ آنہا ندارند بلکہ از علماءِ اسلام جمائم کہ مخالفت باہل سنت دارند باصولِ آنہا نیز موافق نیست''	روشن شریعت کے ظاہر کے ساتھ کسی چیز میں مخالفت نہیں رکھتے اور حکما اور انکے عقلی اصول کے ساتھ کوئی موافقت نہیں رکھتے بلکہ علماء اسلام سے جو جماعت اہلسنت کی مخالف ہے اس کے اصول کے ساتھ بھی کوئی موافقت نہیں (رافضی۔خارجی۔گستاخِ انبیاء و اولیاء سب اہلسنت کے مخالف ہیں)
''استطاعت مع الفعل منکشف شدہ است پیش از فعل قدرتے ندارد''	ایجادِ فعل کی طاقت کا فعل کے ساتھ ملا ہوا ہونا منکشف ہوا ہے (بندہ) فعل سے پہلے طاقت نہیں رکھتا (اہلسنت اور معتزلہ کے درمیان ایک اہم اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ تکلیف کا دارومدار اس طاقت پر ہے جو اسباب اور سلامت آلات وغیرہ سے تعبیر ہے اہلسنت کے نزدیک یہ فعل سے مقدم ہوتی ہے مگر جو طاقت اصل علت ہے وہ فعل کے ساتھ مقارن ہے پہلے نہیں ہوتی اور معتزلہ کے نزدیک یہ طاقت بھی پہلے موجود ہوتی ہے تو حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ مجھے کشف سے معلوم ہوا کہ یہ طاقت فعل کے ساتھ مقارن ہوتی ہے پہلے نہیں ہوتی یعنی کشف سے اہلسنت کے مذہب کی تائید ہوتی ہے)
''قدرت بمقارنتِ فعل می بخشند و تکلیف بر سلامت اسباب و اعضا میدہند کما قدرہ علماء اہل السنۃ''	اصل طاقت فعل کے ساتھ ملا کر عطا کرتے ہیں اور تکلیف اسباب اور اعضا کی سلامتی پر دیتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ اس طرح دونوں طاقتیں دیتا ہے) جیسا کہ اسکو علماء اہلسنت نے دلائل سے واضح کیا ہے۔
''و دریں مقام خود را بر قدمِ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس می یابد ایشان دریں مقام بودہ اند''	اور (بندہ) اس مقام میں اپنے آپکو حضرت خواجہ (بہاؤالدین) نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرۃ الاقدس کے قدم پر پاتا ہے آپ حضرت اسی مقام میں تھے۔
''و حضرت خواجہ علاؤالدین را نیز ازیں مقام نصیبے ہست''	اور حضرت خواجہ علاؤالدین (عطار) کو بھی اسی مقام سے کچھ حصہ ہے۔

''واز بزرگانِ یاایں سلسلۂ علیۂ حضرت خواجہ عبدالخالق اندقدس اللہ تعالیٰ سرۃ الاقدس''	اور اس بلند سلسلہ کے بزرگوں سے حضرت خواجہ عبدالخالق (غجد وانی) ہیں ان کے پاک راز کو اللہ اور پاک کرے۔
''واز مشائخ ماتقدم حضرت خواجہ معروف کرخی و امام داوٗد طائی وحسن بصری وحبیب عجمی قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم المقدسۃ''	اور پہلے دور کے مشائخ سے حضرت خواجہ معروف کرخی۔ اور امام داوٗد طائی اور حسن بصری اور حبیب عجمی ہیں انکے پاک رازوں کو اللہ تعالیٰ اور پاک کرے (ان تمام مشائخ کے مفصل حالات ان کے مستقل تذکروں میں موجود ہیں یہاں ذکر کرنے سے مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان مشائخ کو بھی اس مقام سے حصہ ملا ہے یا انکا یہی مقام ہے)
''حاصل این ہمہ کمالِ بُعد و بیگانگی است کاراز معالجہ گزشتہ است تاز مانیکہ حُجب مسدول بودہ اند سعی واہتمام گنجائشِ رفعِ آنہاداشت اکنوں بزرگی او حجاب است فلاطبیب لھاولا راقی''	ان تمام (علوم معارف) کا حاصل کمال درجہ کی دوری اور بیگانہ ہونا ہے کام علاج کرنے سے گذر گیا ہے جب تک کہ پردے لٹکائے ہوئے تھے تو کوشش اور اہتمام سے ان کو اٹھانے کی گنجائش رکھتے تھے اب بزرگی خود اسکا پردہ ہے پس نہ کوئی حکیم ہے نہ جھاڑ پھونک کرنے والا (یعنی جوان علوم ہی میں پھنس جائے وہ اگلی معرفت نہیں حاصل کرسکتا)
''مگر کمال بیگانگی و بے مناسبتی را وصل واتصال نام نہادہ اندھیہات ھیہات ہمان بیت یوسف زلیخا موافق حال است''	مگر کمال درجہ بیگانہ ہوتے اور بے مناسبتی کا وصل اور اتصال نام رکھا ہوا ہے ہائے بہت ہی دور بہت ہی دور ہیں وہی کتاب یوسف زلیخا کا بیت حال کے موافق ہے۔
''روا فگندہ دُف این آوازہ از دوست کزو بردست دُف کوبان بود پوست''	دوست کی طرف سے یہ آواز دف نے ڈالا ہوا ہے کہ اس کی طرف سے دف بجانے والے کے ہاتھ پر چمڑہ ہے (یعنی کچھ حاصل نہیں۔ تو جسطرح یہ بے حاصل ہے اسیطرح یہ معرفت کے دعویدار بے حاصل ہیں)
''شہود کجا است وشاہد کیست ومشہود چیست''	شہود کیا ہے اور شاہد کون ہے اور مشہود کیا ہے (یعنی ان مدعیان کو کچھ معلوم نہیں)
''خلق راروئے کے نمایداو''	مخلوق کو وہ ہستی کیسے منہ دکھائے۔
ع ''ماللتراب ورب الارباب''	کیا نسبت ہے مٹی کی رب الارباب کے ساتھ (یعنی جو سب پالنے والوں کا پالنے والا ہے اسکے ساتھ ناچیز مٹی کی کیا نسبت ہے۔

''خود را بندۂ مخلوق غیرِ قادر میداند وہمچنین تمام عالم را و خالق وقادر حق را عزّ و جل غیر این ہیچ نسبت اثبات نمی کند عینیت ومرآتیت خود کجاع در کدام آئینہ درآید او''	بندہ مخلوق اپنے آپکو طاقت نہ رکھنے والا جانتا ہے اور ایسے ہی تمام جہان کو (غیر قادر جانتا ہے) اور خالق اور قادر حق عزَّ وجلَّ کو جانتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی نسبت کو ثابت نہیں کرتا (اللہ کا) عین ہونا اور اسکا شیشہ ہونا تو کہاں (ممکن ہے) یعنی اسکا کوئی امکان نہیں) وہ کس شیشہ میں آسکتا ہے۔
''وعلماءِ ظاہر اہل سنت وجماعت ہر چند در بعضے اعمال مقصر باشند اما جمالِ درستی عقائد ایشان در ذات وصفات آن قدر نورانیت دارد کہ آن تقصیر در جنب آن مضمحل وناچیز در نظر می درآید''	اور اہل سنت و جماعت کے ظاہر بین علماء اگرچہ کچھ اعمال میں کمی کرنے والے ہوتے ہیں (یعنی مجاہدہ وریاضت نہیں کرتے) مگر (اللہ) کی ذات اور صفات کے سلسلہ میں انکے عقائد کی درستی کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ وہ کمی اسکے پہلو میں کمزور اور ناچیز نظر آتی ہے (یعنی عقائد کی اچھائی اعمال کی کمزوری کو چھپا دیتی ہے)
''وبعضے متصوفہ باوجود ریاضات ومجاہدات چون در ذات وصفات آن قدر درستی عقیدہ ندارند آن جمال در ایشان یافتہ نمی شود''	اور بعض نمائشی صوفی باوجود بہت ریاضتوں اور مجاہدوں کے چونکہ (اللہ کی) ذات وصفات میں اس قدر عقیدہ کی درستی نہیں رکھتے تو وہ جمال ان میں نہیں پایا جاتا۔
''ومحبت بعلماء وطلبۂ علوم بسیار پیدا شدہ است روش ایشان خوش می آید وآرزو دارد کہ در جرگۂ ایشان باشد''	اور علماء اور علوم کے طلباء کے ساتھ بہت محبت پیدا ہوئی ہے انکی روش خوش لگتی ہے اور (بندہ) خواہش رکھتا ہے کہ انکے مجمع میں ہو۔
''وتلویح را از مقدمات اربعہ بطالب علمی مباحثہ میکند وہدایۂ فقہ نیز مذکور میشود''	اور تلویح کے مقدمات اربعہ کا کسی طالب علم کے ساتھ مباحثہ کرے اور فقہ کا ہدایہ بھی یاد کیا جائے (علم اصول فقہ میں تلویح ایک مشہور کتاب ہے علامہ سعد الدین تفتازانی کی تصنیف ہے اور مقدمات اربعہ اس کتاب کی ایک اہم اور نہایت مشکل علمی بحث ہے اور ہدایہ فقہ حنفی کی مشہور معتبر کتاب ہے)۔
''ودر معیت واحاطہ علمی با علما شریک است''	اور علمی احاطہ اور معیت میں علماء کے ساتھ شریک رہے (یعنی علمی ماحول میں علماء کے ساتھ وقت گذارنے کی خواہش ہے۔
''وہمچنیں حق سبحانہ را نہ عینِ عالَم میداند ونہ متصلِ عالَم ونہ منفصل ونہ با عالَم ونہ جدا از عالَم ونہ محیط ونہ ساری''	اور ایسے ہی حق سبحانہ کو جہان کا عین نہیں جانتا اور نہ جہان کا متصل اور نہ منفصل اور نہ جہان کے ساتھ اور نہ جہان سے جدا اور گھراؤ کرنے والا اور نہ سرایت کرنے والا (یعنی وہ ذات واجب ہے گمان وخیال سے برتر ہے یہ

	مذکورہ صورتیں سب ممکن کی ہیں واجب ان تمام صورتوں سے پاک ہے)
''وذوات وصفات و افعال را مخلوقِ او میداند نہ آنکہ صفات لذہا صفات اواست وافعال لذہا افعال او بلکہ در افعال موثر قدرت او را میداند''	اور تمام ذاتوں اور تمام صفتوں اور تمام فعلوں کو اسکی مخلوق جانتا ہے وہ بات نہیں کہ انکی صفتیں اسکی صفتیں ہیں ان کے فعل اس کے فعل ہیں (ایسا ہر گز نہیں یہی تو شرک ہے) بلکہ تمام فعلوں میں موثر اسکی قدرت کو جانتا ہے۔
''قدرتِ مخلوقات را تاثیرے نمیداند کما ھو مذھب العلماء المتکلمین''	مخلوقات کی قدرت کی کوئی تاثیر نہیں جانتا جیسا کہ یہی علماء متکلمین کا مذہب ہے (یعنی متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق کے افعال صادر ہونے میں قدرت موثرہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے مخلوق کی قدرت موثرہ نہیں ہے حضرت کی تحقیق اور کشف بھی یہی ہے)
''وہمچنیں صفات سبعہ را موجود میداند''	اور ایسے ہی سات صفات کو موجود جانتا ہے (یعنی اشاعرہ کے مذہب کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ازلی صفات سات ہیں انکو موجود جانتے ہیں معتزلہ صفات کے وجود کے منکر ہیں یہ انکی تردید ہے وہ صفات یہ ہیں ۱۔حیات ۲۔علم ۳۔قدرت ۴۔ارادہ ۵۔سمع ۶۔بصر ۷۔کلام۔ اور ماتریدیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ازلی آٹھ صفات ہیں سات مذکورہ اور آٹھویں صفت تکوین ہے اور اشاعرہ تکوین وخلق کو قدرت وارادہ کی فرع قرار دیتے ہیں اور حضرت مجدد صاحب نے بھی اپنی کتاب مبداء ومعاد میں مذہب ماتریدیہ کو حق قرار دیا ہے حضرت کی تحقیق وہاں ملاحظہ کیجائے)۔
''وحق سبحانہ وتعالیٰ را مرید می داند وقدرت را بمعنی صحتِ فعل وترک بیقین تصور مینماید نہ بمعنی ان شاء فعل وان لم یشاء لم یفعل کہ شرطیہ ثانی ممتنع باشد کما قال الحکماء وبعض الصوفیہ زیرا کہ ایں سخن بایجاب میکشد وموافق اصول حکما است''	اور حق سبحانہ وتعالیٰ کو ارادہ کرنے والا جانتا ہے اور قدرت کو صحتِ فعل وترک کے معنی میں یقیناً تصور کرتا ہے نہ اس معنی میں کہ اگر چاہا کر دیا اور اگر نہ چاہا نہ کیا اسلئے کہ دوسرا شرطیہ محال ہے (نہ چاہا نہ کیا محال ہے) جیسا کہ فلاسفہ اور بعض صوفیہ (وجودیہ) نے کہا ہے اس لئے کہ یہ قول ایجاب کی طرف کھینچتا ہے اور اصول فلاسفہ کے موافق ہے (اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہے اور فلاسفہ کا مذہب غلط ہے۔ اگر مستدل کے استدلال کی بنیاد عقلی دلائل ہوں اور وہ دین اسلام پر قائم ہو تو وہ متکلمین ہیں جنہوں نے عقائد اسلامیہ کو کلام سے عقلی دلائل سے ثابت کیا اور اگر یہ مستدل اسلام پر نہ ہو تو وہ حکما ہیں یعنی غیر

	مسلم فلاسفہ۔ اور مستدل کے استدلال کی بنیاد علم باطن یعنی کشف ہو اور وہ اسلام پر قائم ہو تو وہ صوفیا ہیں اور اگر اسلام پر قائم نہ ہو تو اشراقیین ہیں لہذا متکلمین اور صوفیا حق ثابت کرنے والے ہیں اور فلاسفہ اور اشراقیین باطل نظریات کے لوگ ہیں۔ واصل بن عطا خواجہ حسن بصری کی مجلس سے علیحدہ ہو گیا تھا اور اپنے خیالات ثابت کرنے کے لئے فلاسفہ کے دلائل کا سہارا لیا اسلئے اسکے پیروکاروں کو معتزلہ کہا جاتا ہے جن مسائل میں اہسنت کے ساتھ مخالفت کی ان میں وہ غلطی پر ہیں۔ شیخ ابوالحسن اشعری اہلسنت کے امام ہیں انہوں نے اپنے استاذ ابو علی جبائی معتزلی کے ساتھ اختلاف کیا اور اسکو دلائل میں رد کر دیا تو ان کی نسبت سے ان کے ماننے والے اہلسنت متکلمین کو اشاعرہ کہتے ہیں اور انہی اہلسنت متکلمین کی ایک جماعت ماتریدیہ ہے جو ابو منصور ماتریدی کی طرف منسوب ہے۔ اور سمرقند کے ایک قریہ کا نام ماترید ہے ابو منصور وہاں کے رہنے والے تھے۔ بعض فروعی مسائل میں ان دونوں جماعتوں کا اختلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ مرید اور شائی ہے اور لا مرید لا شائی اسکی ضد ہے لہذا ضد محال ہے اسلئے شرطیہ ثانیہ ممتنع ہے)
''ومسئلہ قضا وقدر را بطور علماء میداند فللما لک ان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء''	اور تقدیر کے مسئلہ کو علماء (اہلسنت) کے طور پر جانتا ہوں پس مالک کے لئے ہے کہ اپنی مِلک میں جیسے چاہے تصرف کرے۔
''وقابلیت و استعداد را ہیچ دخل نمی دہد کہ بایجاب می کشد وھو سبحانہ مختار فعال لما یرید''	اور قابلیت واستعداد کو کوئی دخل نہیں دیتا کہ ایجاب کی طرف کھینچتا ہے (اللہ پر واجب کرنے کی طرف لیجاتا ہے) اور وہ پاک (ذات) مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔
''علی ھذا القیاس''	اسی قیاس پر (یعنی عقائد کے دیگر مسائل کے بارہ میں بھی اسی پر قیاس کیجئے کہ وہ اہلسنت کے مطابق ہیں اور یہی حق ہے)
''چوں عرضِ حال از جملہ ضروریاست بنا بر آن بجرات آن گستاخی نمودہ بندہ باید کہ حد خود داند''	چونکہ حال کا عرض کرنا تمام ضروریات سے ہے (ضروریات میں سے ایک ضرورت ہے) اس بنا پر گستاخی کی ہمت کی ہے (ورنہ) تو بندہ کو چاہیے کہ اپنی حد جانے۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تجدید

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ الہادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس میدان میں زبردست کارنامے سرانجام دیے۔ آپ نے علماء حق اور صوفیہ باصفا کے گروہ کے گروہ تیار کر کے بھی جھوٹے اور کم نظر صوفیوں کے پھیلائے ہوئے وسوسوں کا رد کیا اور مکتوبات شریفہ کے ذریعے بھی اسلامی تصوف کے خدوخال واضح کئے۔ آپ نے شریعت وطریقت کو یکجان قرار دیا اور ان کے حدود کا تعین کیا۔ آپ کے نزدیک تجلیات اور مشاہدات جو شریعت کے خلاف ہوں، کوئی وقعت نہیں رکھتے اور ایسے تمام احوال ومواجید جن سے احکام شرعی کی نفی ہوتی ہو، ناقابل اعتبار ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر اکبر اور اس کے حواری اسلام کے کھلے دشمن تھے تو اس قسم کے صوفی باطنی دشمن اور ان کے درپردہ دشمنوں کا نقصان کھلے باغیوں سے کم نہیں تھا۔ آج کل کے پیر جو نماز روزے سے دور اور اپنے مریدوں کو دور کرنا چاہتے ہیں، اسی قسم کے بطال صوفیوں کی معنوی اولاد ہیں۔ آیئے سرمایہ ملت کے نگہبان حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ارشادات کی روشنی میں شریعت کے منکروں کو چہرہ دیکھنے کی کوشش کریں۔

(۱) شریعت وطریقت عین یک دیگر اند۔ سر موئے از مخالفت درمیان ایشں واقع نیست۔ فرق اجمال وتفصیل است واستدلال وکشف ہر چہ مخالف شریعت است مردوداست کل حقیقۃ ردتہ الشریعۃ فھو زندقۃ (دفتر اول مکتوب ۴۳)

ترجمہ: طریقت وطریقت دونوں ایک ہیں۔ ان میں بال برابر بھی مخالفت نہیں۔ فرق ہے تو اجمال وتفصیل اور استدلال وکشف کا۔ جو کچھ بھی شریعت کے خلاف ہے مردود ہے۔ جس کو شریعت نے رد کیا بے دینی ہے۔

(۲) فردائے قیامت از شریعت خواہند پرسید، از تصوف نخواہند پرسید، دخول جنت وتجنب از نار وابستہ باتیان شریعت است انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیھم کہ بہترین کائنات اند بشرائع دعوت کردہ اند ومدار نجات برآں ماندہ ومقصود از بعثت۔ ایں اکابر تبلیغ شرائع است۔ پس بزرگترین خیرات سعی در ترویج شریعت است واحیائے حکمی از احکام آں علی الخصوص درزمانیکہ شعائر اسلام شدہ باشندہ کرور ہا راہ خدائے عزوجل دعا خرچ کردن برابر آں نیست کہ مسئلہ مسائل شرعیہ را رواج دادن چہ دریں فعل اقتداء بانبیاست کہ بزرگترین مخلوقات اند علیھم الصلوۃ والتسلیمات (مکتوبات نمبر ۸ دفتر اول)

ترجمہ: کل قیامت کو شریعت کے بارے میں پوچھیں گے نہ کہ تصوف کی بابت، جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچاؤ بھی شریعت پر عمل کرنے سے وابستہ ہے۔ انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیمات علیھم جو کائنات میں بہترین ہیں شریعت کی طرف بلاتے رہے ہیں۔ نجات کا انحصار بھی اسی پر ہے اور ان اکابر کی بعثت سے مقصود بھی شرائع کی تبلیغ ہے۔ لہٰذا بہترین نیکی ہے شریعت کو رواج دینے اور اس کے کسی حکم کو زندہ کرنے کی کوشش،

خصوصاً جب شائر اسلام مٹ گئے ہوں۔ کروڑوں روپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا کسی شرعی مسئلے کو رواج دینے کے برابر نہیں کیونکہ اس میں انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہے جو ساری مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام

(۳)۔ صوفیہ خام ذکر فکر را از اہم مہمات دانستہ در اتھان فرائض وسنن مساہلات مینمایند از بعینات وریاضیات را اختیار نمودہ ترک جمعہ وجماعت می کنند نمیدانند کہ یک فرض بجماعت از ہزاراں اربعین ایشاں بہتر است، آرے ذکر وفکر بامراعات آداب شرعیہ بہتر ومہم تر است۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۲۶۰)

ترجمہ: صوفیہ خام (ناپختہ صوفی) ذکر وفکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلے اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت چھوڑ دیتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ ایک فرض باجماعت ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو ملحوظ رکھ کر ذکر وفکر میں مشغول ہونا بہت اچھا اور اہم ہے۔

اب چند عبادات کا صرف ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

(الف)۔ مخدوما، منازل سلوک طے کرنے اور مقامات جذب سے گزرنے کے بعد معلوم ہوا کہ تمام سیر وسلوک کا اصل مقصد یہ ہے کہ مقام اخلاص ہو جائے جو تمام آفاقی اور انفسی معبودوں کی فنا پر منحصر ہے۔ شریعت کے تین اجزاء ہیں علم، عمل اور اخلاص۔ طریقت اور حقیقت اخلاص کے خادم ہیں۔ (یعنی طریقت وحقیقت میں جس قدر ترقی ہوگی، اتنی ہی اخلاص میں ترقی ہوگی)۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۴۰)

(ب)۔ دو باتوں کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے تعلق نہ رہے اور ان اعمال کو بروئے کار لایا جائے جن کا تعلق بدن سے ہے اور شریعت نے جن کا حکم دیا ہے۔ جو شخص بدنی اعمال کے بغیر قلب کی سلامتی کا دعویٰ کرے، غلط ہے۔ جس طرح دنیوی زندگی میں جسم کے بغیر روح نہیں ہوتی بلکہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح قلبی احوال کا ظہور بدنی اعمال کے بغیر محال ہے۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۳۹)

ان عبارات سے حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کا موقف بالکل واضح ہے جو لوگ طریقت اور حقیقت کے نام پر شریعت سے گلو خلاصی کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے ان کی غلط فہمیوں اور وسوسوں کا ازالہ جس مدلل اور مضبوط طریقے سے کیا ہے۔ آپ کے مجدد بلکہ مجدد الف ہونے کی نہایت زبردست دلیل ہے۔ پھر دور حاضر کے بعض بے رحم مفکرین ومفسرین کی طرح آپ نے تصوف وطریقت وحقیقت کو سرے سے مسترد نہیں کیا اور اسے افیون قرار نہیں دیا بلکہ اس کی اصل حیثیت کا تعین کر کے تمام اولیاء صوفیہ کے نقطہ نظر کا دفاع بھی کیا ہے۔ آپ نے ہر سلسلہ طریقت کے اکابر سے فیض حاصل کر کے آخر میں نسبت نقشبندیہ حاصل کی اور یوں عملاً ثابت کر دیا تھا کہ یہ سب راستے حق ہیں ان سب کی منزل ایک ہے، ہاں اگر کوئی شخص طریقت کے خلاف قدم اٹھاتا ہے تو یہ اس کا اپنا ذاتی فعل ہے۔ اس سے کوئی سلسلہ طریقت مجروح ومذموم نہیں ہو گیا۔ ہر سلسلے میں امت اسلامیہ کے اکابر موجود ہیں جن کا فیض کبھی ختم نہیں ہوگا۔ تاہم آپ کے نزدیک وہ طریقہ جو اسبق، اوفق، اوثق، مسلم، احکم، اصدق، اول، اعلیٰ، اجل، ارفع اور اکمل ہے وہ طریقہ نقشبندیہ ہے۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۲۹۰) اور ظاہر ہے آپ کو یہ فیصلہ کرنے کا حق بھی تھا کیونکہ آپ نے ان سب طریقوں پر چل کر منزل کو پایا ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے صوفیہ کی خانقاہوں کا جائزہ بھی لیا اور جہاں کوئی کام شریعت وطریقت وسنت مطہرہ کے خلاف پایا، تڑپ اٹھے۔ جو لوگ اولیاء سلف کی بعض عبارات کا غلط مفہوم نکال کر عوام کو شرع سے بے نیاز کرنا چاہتے تھے اور یوں دوسروں کو اولیاء کرام سے بدظن کرتے تھے، آپ

نے ان کا اصل مفہوم بیان کر کے شریعت کی بالا دستی پر آنچ نہ آنے دی اور بزرگوں کے خلاف بدظنی بھی پیدا نہ ہونے دی۔ تاریخ تصوف وطریقت میں اس سے بڑا کارنامہ کیا ہو سکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ اولیاء کرام علیہم الرضوان کے اقوال کو جس طرح آپ سمجھ سکتے ہیں کوئی دوسرا اس دور میں اس حد تک سمجھنے والا نہیں تھا۔ علماء کرام کی ایک جماعت حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نظریہ وحدت الوجود اور بعض دوسری بظاہر خلاف شرع عبارات پر پریشان تھی حضرت مجدد الف ثانی نے ان کی توجیح بھی فرمائی۔ حضرت شیخ کی منفرد عظمت کا اعتراف بھی کروایا، مسئلہ وحدت الوجود کی تشریح کر کے اس کی اصل حیثیت بھی متعین کی اور پھر اس سے اگلی منزل وحدت الشہود کا راستہ بھی دکھایا۔ نیز جو علماء 'وحدت الوجود' کو معاذ اللہ 'کفر' سمجھتے تھے، ان کو مطمئن بھی کیا۔ اگر آپ کے اسی احسان کی قدر کی جاتی تو بھی آپ کی مجددانہ عظمت کو تسلیم کرنے میں کوئی دقت نہ ہوتی۔ بلاشبہ آپ نے راکب دوش رسول، نور نگاہ حضرت بتول، سیدنا امام حسین مجتبیٰ علی جدہ وعلیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امت کے دوگروہوں (یعنی صوفیہ باطن وعلماء ظاہر) میں صلح کروا دیا اور یہی وہ عظمت وسعادت ہے جس کی طرف سرور کونین ہادی دارین حضور سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الفضل التحیۃ والثناء نے خود ارشاد فرمایا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

یکون فی امتی رجل یقال لہ صلۃ ید خل الجنۃ بشفاعتہ کذا و کذا (جمع الجوامع از علامہ سیوطی علیہ الرحمہ)

ترجمہ: میری امت میں ایک وہ شخص ہوگا جسے 'صلہ' کہا جائے گا اس کی شفاعت سے اتنے اتنے جنت میں داخل ہوں گے۔

فاضل ازہر، فخر محققین حضرت ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمہ نے کئی کتابوں کے حوالے سے اس کے علاوہ بھی ایک اور روایت اپنی کتاب حضرت مجدد اور ان کے ناقدین میں درج کی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کون سا شخص ہے جسے 'صلہ' کہا گیا ہے اور اوپر کی سطور پڑھ کر یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ یقیناً وہ شخصیت والا مرتبت حضرت سیدنا مجدد الف ثانی ہی کی ہے۔ جنہوں نے اہل باطن اور اہل ظاہر کو ایک دوسرے سے ملا دیا۔ چنانچہ ایک جگہ خود اس کی تصریح فرماتے ہیں:

الحمد للہ الذی جعلنی صلۃ بین البحرین و مصلحا بین الفئتین۔

ترجمہ: حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھے دو سمندروں کو ملانے والا اور جماعتوں میں اصلاح کرنے والا بنایا۔

غور فرمایئے حدیث پاک موجود تھی مگر کسی بھی شخصیت کو اس کا مصداق نہیں ٹھہرایا گیا۔ آخر کیوں؟ کیا یہی وجہ نہیں تھی جو شخص 'صلہ' ہے قدرت اسی سے اعلان کرانا چاہتی تھی اور آپ نے اس وقت کیا جب آپ کو حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ بشارت مل گئی کہ تمہاری شفاعت سے قیامت کے دن کئی ہزار لوگ بخشے جائیں گے۔ اس موقع پر شکر نعمت کے طور پر آپ نے کھانا پکوا کر عوام میں تقسیم فرمایا۔

جہاں تک خانقاہوں کا جائزہ لینے کا تعلق ہے بعض لوگ اپنے پیر کو سجدہ تعظیمی بلکہ زمین بوسی کرتے تھے۔ آپ نے سختی سے رد فرمایا بلکہ مشائخ کو بھی ڈانٹا۔ بعض آستانوں کے سجادہ نشین فکر عمل کے لحاظ سے نہایت غلط لوگ تھے۔ آپ نے ان کو سرزنش بھی کی۔

مختصر یہ کہ تصوف وطریقت کی دنیا میں آپ کے کارنامے اتنے کثیر، بلند اور روشن ہیں کہ آپ کی بے مثال مجددانہ عظمت کو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ بشرطیکہ دل انصاف پسند ہو، کیونکہ بقول حضرت اقبال علامہ اقبال علیہ الرحمہ

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر   مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

(رشحات حضور مفکر اسلام قدس سرہ)

مرتبہ: ممنون احمد آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی یہ محبت ان کو اپنے پیرو مرشد حضور شہنشاہ ولایت، شبلی زمانہ حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی قدس سرہ کی صحبت با برکت سے ملی تھی۔اس مضمون کے ابتدائی صفحات اس بات کی عکاسی کرتے ہیں)

☆..... اسلام دشمنوں کی سازشوں کے نتیجے میں انگریزی حکومت کے زیر سایہ بہت سے نئے نئے فرقے پیدا ہوئے جن میں بہت سے سنی نہ ہونے کے باوجود سنی بلکہ حنفی بھی کہلانے کی کوشش کرتے رہے۔ لہٰذا پہچان کے لئے اصل سنی حنفی لوگوں کو بریلوی کہا جانے لگا۔ وجہ یہ تھی کی تاریکیوں کے اس دور میں اسلام کی شمع روشن رکھنے کے لئے علماء میں سب سے زیادہ اعلیٰ حضرت مجدد ملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے محنت کی اور کامیابی حاصل کی تو عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت نے انہیں زندۂ جاوید اور پائندہ و تابندہ رکھنے کے لئے انہی کی نسبت کو مذہب حق اہل سنت و جماعت کی حقانیت کی پہچان بنا دیا۔ گویا جس کا عقیدہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے ملتا ہے، وہی سنی حنفی ہے اور جو ان کے خلاف ہے، سنی حنفی نہیں۔ یوں سمجھئے، مولانا بریلوی قدس سرہ نے غیرت توحید اور حمیت عشق کی بنا پر خداوند کریم اور اس کے حبیب اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں کسی کی پرواہ نہیں کی اور تبتل الیہ تبتیلا (یعنی سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو) کی عملی تفسیر بن کر خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے لڑتے رہے تو قدرت نے ان کو یہ عروج بخشا کہ ان کا عقیدہ گویا حقانیت کا معیار قرار پا گیا۔ اگرچہ ان کے دشمن اہل سنت کو بریلوی نیک نیتی کی بنا پر نہیں کہتے تاہم رازداران فطرت جانتے ہیں کہ اصل بات وہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ جس طرح ڈالڈا اور گھی کی دوسری بناسپتی قسموں کی ایجاد کے بعد اصل گھی کی پہچان کے لئے دیسی گھی کہا جانے لگا یونہی جعلی اور بناسپتی سنیوں کے ظہور کے بعد اصل اہل سنت کی پہچان لفظ بریلوی سے ہونے لگی ورنہ ہمیشہ سے اکابر اسلام کا یہی مذہب رہا ہے۔ چنانچہ میرے حضور قبلہ عالم سرکار نقش لاثانی قدس سرہ عقیدتاً سنی حنفی اور طریقتاً نقشبندی قادری چشتی سہروردی ہونے کے باوجود بریلوی کہلانے میں کوئی پس و پیش نہیں فرماتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے میں نے میٹرک کا امتحان دیا ہی تھا کہ دربار شریف حاضر ہوا اور اسی حاضری کے دوران حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے ایک سوال کر بیٹھا حضور ہمارا عقیدہ کیا ہے؟ تو فرمایا ہم بریلوی اصل اہلسنت ہیں اس جواب میں اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے عقائد کی تصدیق کے علاوہ ان اہل طریقت کا رد بھی تھا جو اعلحضرت سے کد رکھتے ہیں

اور اپنے شیخ کی نسبت کا بہانہ بنا کر اعلیٰ حضرت کی نسبت سے الگ ہونا چاہتے ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ اعلیحضرت نے علمائے دیوبند ونجد کی طرح کوئی نیا مذہب ایجاد نہیں کیا بلکہ آپ کے وہی عقائد ہیں جو چودہ صدیوں سے مذہب اہل سنت و جماعت کی حیثیت سے معروف رہے ہیں ہر دور کے علماءِ حق اور مشائخ اسلام نے انہی عقائد کو اپنایا اور آگے پھیلایا۔ تاہم دورِ انحطاط میں جیسا کہ ادبر گزرا دشمنوں کے تخت و تاج کے زیرِ سایہ جب کوئی نبوت کا دعویٰ کر رہا تھا اور کوئی سنی کہلوا کر عقائد اہل سنت کو سبوتاژ کر رہا تھا تو اعلیٰ حضرت نے گلشن اسلام کی رکھوالی کی۔ یوں آپ کا نام گویا آپ کی عظیم خدمات کے صلے میں زندہ جاوید ہو گیا۔ میرے حضور نقش لاثانی نفسانیت سے پاک تھے اس لئے آپ اعلیحضرت قدس سرہ سے دلی محبت رکھتے تھے، آپ کو'اعلیحضرت' فرمایا کرتے تھے اور آپ فتاویٰ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ذاتی طور پر میرے لیے اعلیحضرت کی عظمت کا اہم ثبوت حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی آپ سے محبت ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میرے مرشد حقانی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربارِ دُربار ی کے حضوری تھے۔ اس لئے آپ کا محبت کرنا بھی اس حقیقت کی دلیل ہے کہ اعلیحضرت کو شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں بڑی عزت حاصل تھی۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے ساتھ حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی محبت اس واقعے سے بھی ظاہر ہوتی ہے جب دربار شریف میں خانوادہ بریلی کے ایک شہزادے حضرت صاحبزادہ توصیف رضا خاں صاحب مدظلہ العالی تشریف لائے تھے اس روز حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو بعض وجوہات کی بنا پر عوام سے الگ تھلگ رہنا تھا۔ چنانچہ ہم خدام بھی اپنے اپنے کام میں محو تھے۔ اچانک چار بجے کے قریب حضرت نے اس سگ بارگاہ کو اپنے حجرۂ مقدسہ میں بلا بھیجا۔ فقیر حاضر ہوا تو آپ بہت خوش و خرم تھے ارشاد ہوا، اعلیٰ حضرت کے خاندان کے صاحبزادے آئے ہوئے ہیں، ان کی زیارت کرنی چاہئے عرض کیا کہاں ہیں؟ تو فرمایا قالین والے کمرے میں یہ کمرہ گویا معزز ترین مہمانوں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ وہاں حاضر ہوا تو صاحبزادہ موصوف کے علاوہ حضرت علامہ صوفی محمد علی صاحب نقشبندی، علامہ الطاف محی الدین صاحب سیالکوٹی اور ان کے ایک شاگرد تشریف فرما تھے۔ سرکار نقش لاثانی قدس سرہ نے ان کی خوب مہمان نوازی کرنے کے بعد روانگی کے وقت صاحبزادہ صاحب قبلہ کو پانچ صد روپے اور صوفی صاحب کے سوا باقی دونوں ساتھیوں کو ایک ایک سو روپے پیش کئے یہ قافلہ محبت حضرت امیر ملت محدث علی پوری کی طرف روانہ ہو گیا۔ تو بعد میں حضور کے ایک مخلص غلام رانا جماعت علی خاں صاحب بھی لاہور سے آ گئے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اعلیحضرت کے خانوادے کے صاحبزادے آئے ہیں اور حافظ صاحب کے مزار پر گئے ہیں ان کی زیارت کرنی چاہئے لہذا آپ کے ساتھ سڑک پر جا کر ان کا انتظار کرو وہ جلد واپس آ جائیں گے چنانچہ رانا صاحب اور میں نے تعمیل ارشاد کی

قبلہ صوفی صاحب نے بعد میں بتایا کہ ہم دربار شریف پہنچے تو حضور نقشہ نقش لاثانی (موجودہ سجادہ نشین) کھیتوں میں مصروف تھے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے فرمایا، عالم کو عالم کی قدر ہوتی ہے لہذا فوراً کسی کو موٹر سائیکل پر بھیج کر اپنے نور نظر کو بھی بلا لیا تھا۔

یہاں پر میری بھی آپ بیتی سنیے چند روز قبل اخبارات میں اطلاع آ چکی تھی کہ بریلی شریف سے صاحبزادہ صاحب فلاں تاریخ لاہور ریلوے اسٹیشن پر پہنچ جائیں گے اعلیحضرت سے محبت کی وجہ سے دل بیقرار تھا کہ میں بھی لاہور جا کر استقبال کروں مگر پھر دربار شریف

کی روزانہ حاضری میں خلل کے پیش نظر ایسا نہ کر سکا۔ مرشد کامل کی بندہ نوازی دیکھئے اپنے دربار کی حاضری کے دوران قبلہ صاحبزادہ صاحب کی زیارت اس انداز سے کرادی کہ لاہور میں بھی ممکن نہ ہوتی۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے ساتھ محبت آپ کو ورثے میں ملی تھی اصل میں آپ کے جدامجد سیدی حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ النورانی بھی تاجدار بریلوی کا ذکر خیر نہایت محبت سے فرماتے تھے اور آپ کے ترجمہ قرآن اور دیگر تصانیف کی تعریف فرمایا کرتے تھے اعلیٰ حضرت کے وہ مخالفین جن پر آپ نے گستاخی رسول کا فتوئی دیا تھا، حضور شاہ لاثانی اور پھر حضور نقش لاثانی قدست اسرارھم کی نظر میں بھی گستاخ ہی تھے اور جس طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تعلیمات وتصنیفات کو اپنانے کی تلقین فرماتے تھے گستاخان رسول کی محبت اور ان کی تالیفات وخرافات سے بچنے کی تلقین بھی فرماتے تھے۔

میں جناح اسلامیہ کالج میں زیر تعلیم تھا کہ سال اول میں اول آیا انعامی کتابوں میں اپنا انتخاب دینے سے پہلے میں نے حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے پوچھا تو آپ نے سب سے پہلے کنزالایمان یعنی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کا نام لیا۔ مرے کالج سیالکوٹ میں میرے رفیق، رفیق احمد شمس صاحب بھی اول آئے تھے، ان کے لیے بھی حضور نے یہی ارشاد فرمایا کالج میں اسلامیات کے استاذ نے مولینا مودودی کی کتابیں مجھے دینی چاہیں تو آپ نے روک دیا اور تفسیر نعیمی کا پارہ اول اپنی طرف سے عطا فرمایا نیز حضرت مولینا غلام قادر بھیروی قدس سرہ کی اسلام کی گیارہ کتابیں پڑھنے کی تلقین فرمائی نیز فرمایا کہ یہ کتابیں پڑھ کر امتحان دینا، انشاءاللہ نمبر زیادہ آئیں گے۔ چنانچہ واقعی بورڈ کے سالانہ امتحان میں کالج کے ہر امتحان سے زیادہ نمبر تھے اور میں نے پورے لاہور بورڈ میں (جو اس دور میں غالباً کراچی کے سوا سارے مغربی پاکستان پر پھیلا ہوا تھا) ایک نمبر سے دوسری پوزیشن حاصل کی۔

اسی دور کی بات ہے ایک دفعہ میں نے عرض کیا، ہمارے علاقے میں ایک مولوی ہے جو اشرف علی تھانوی کو ولیوں کا سردار بتاتا ہے، تو فرمایا وہ ولیوں کا سردار تو نہیں تھا، البتہ گستاخوں کا سردار ضرور تھا۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے محبت تھی، تقریر و تحریر میں آپ کا ذکر سن کر خوش ہوتے تھے، مجھ سے کتاب 'انوار لاثانی' لکھوائی تو اس میں بار بار مجدد ملت کے لقب سے اعلیٰ حضرت کا ذکر خیر دیکھ کر خوش ہوئے۔ پاکستان میں اولیائے کرام کے بڑے بڑے مشہور آستانے ہیں اور غالباً سب نے اپنے اپنے بزرگوں کی سوانح عمریاں شائع کی ہیں مگر صفحات پر صفحات پڑھتے جائیں، شاید ہی کہیں اعلیٰ حضرت کا ذکر ملے، ملے بھی تو شاید ہی کہیں آپ کو مجدد ملت کے لقب سے یاد کیا ہو۔

اور سنیئے! اس کتاب کے شائع ہونے کے ایک دو سال بعد کی بات ہے، مجھے خواب آیا کہ ایک شخصیت تشریف فرما ہے، اس پر نور کی بارش ہو رہی ہے اور اس کے پیکر سے چاروں طرف فوارے کی طرح نور کا چشمہ جاری ہے، مجھے بتایا گیا کہ یہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہیں اور انہیں یہ مقام نور اس لئے حاصل ہوا ہے کہ ان کا عقیدہ ہے:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

نیز یہ بات بھی بتائی گئی کہ اعلیٰ حضرت کو تیرے شیخ حضور نقشِ لاثانی (قدس سرہ) سے بھی محبت ہے اور کتاب ''انوار لاثانی'' بھی آپ کو پسند ہے۔

پھر اس پسند کا جیتے جاگتے مظاہرہ بھی ہوا۔ قائد نوجوانان اہل سنت فاضل نوجوان حضرت صاحبزادہ نور المصطفیٰ مدظلہ راوی ہیں کہ ریحان ملت صاحبزادہ اختر رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سجادہ نشین بریلی شریف دورہ پاکستان کے دوران لاہور سے خانقاہ ڈوگراں جارہے تھے تو میں نے ''انوار لاثانی'' کا باب 'مذہبی تعامل' پیش کردیا۔ حضرت نے اس کا حرف حرف ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ ''آئندہ میں پاکستان آؤں تو علی پور شریف کے لئے بھی پروگرام بنانا''۔

اعلیٰ حضرت کے ساتھ حضور نقش لاثانی کے تعلق خاطر بات سمجھنے کے لئے ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ خطیب پاکستان حضرت مولانا غلام رسول صاحب سمندری والے فرماتے ہیں 'میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر واپس فیصل آباد گیا تو ایک رضوی دوست جو پیکر بغض وتعصب تھا حضور نقش لاثانی کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ وہ اعلیٰ حضرت کے دشمن ہیں۔ چندروز بعد جلو موڑ میں سالانہ عرس تھا۔ کھانے کے وقت حضور نقش لاثانی کے ساتھ کثیر تعداد میں علماء حاضر تھے کہ اچانک آپ نے مجھ سے مخاطب ہوکر پوچھا ''مولانا خضاب کا کیا مسئلہ ہے'' میں نے عرض کیا تو فرمایا اعلیٰ حضرت نے کیا لکھا ہے، ساتھ ہی فرمایا ہم تو انہیں اعلیٰ حضرت کہتے ہیں مگر لوگ ہمارے بارے میں نجانے کیا کیا سوچتے ہیں۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو اعلیٰ حضرت مجدد ملت قدس سرہ سے ایسا انس تھا کہ جو لوگ کسی بہانے آپ کے ذکر سے روکتے تھے، آپ انہیں مشکوک سمجھتے تھے۔ ۱۹۶۱ء کی بات ہے شکر گڑھ میں ایک حافظ قرآن نے مجھ سے کہا 'تم ہماری (یعنی دیوبندیوں کی) مسجد میں مسئلہ علم غیب، حاضر وناظر یا جس موضوع پر بھی بولنا چاہو، بولو مگر مولٰنا شاہ احمد رضا خاں صاحب کا نام نہ لینا۔ میں نے یہ بات بھی اپنے مرشد کامل قدس سرہ کی خدمت میں عرض کرکے تقریر کی اجازت لینی چاہی تو فرمایا ''وہ دیوبندی ہوگا'' اور مجھے خطاب کرنے سے روک دیا۔ مراد غالباً یہ ہوگی کہ آخر انہی عقائد کی بنا پر تو وہ (دیوبندی لوگ) اعلیٰ حضرت کو برداشت نہیں کرتے۔ جب ان عقائد کا بیان اپنی مسجد میں کرنے پر انہیں کوئی اعتراض نہیں تو اعلیٰ حضرت کا نام لینے پر انہیں کیوں اعتراض ہے۔ گویا ان کا اس قسم کی دعوت دینا خلوص پر مبنی نہیں۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہ بدعقیدہ لوگوں کے اجتماعات میں شامل ہونے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ ہمارے بعض علماء دیوبندی یا شیعہ سٹیجوں پر جاکر اظہار خیال کرتے تو آپ برا مانتے اور ان کو ڈانٹتے۔ ایک دفعہ صوفی صاحب غلام حسین گوجروی علیہ الرحمہ نے جناب صاحبزادہ افتخار الحسن مرحوم کے خلاف شکایت لگائی کہ شیعوں کے جلسے میں تقریر کر آئے ہیں تو حضرت والا نے سخت الفاظ میں تادیب فرمائی۔ انہوں نے اپنی صفائی میں یہ بھی کہا کہ میں نے کوئی بات اپنے عقیدے کے خلاف نہیں کہی اور نہ اپنے مذہب کو چھپایا۔ پھر بھی حضور نقشِ

لا ثانی مطمئن نہ ہوئے اور سختی سے منع فرمایا نیز توبہ کرائی۔

☆ مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ اور دوسرے غیر رہنماؤں میں سب سے بڑا جوہری فرق یہی ہے کہ آپ نے ملت کو عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دعوت دی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ادب سکھایا اور دوسروں نے نماز روزے کی تلقین کی مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت و تعظیم کو شرک سمجھا۔ آج جہاں کہیں بھی ملت میں عشق و محبت کے مظاہر نظر آتے ہیں ان میں بزرگان سلف کے فیوض و برکات کے علاوہ بریلی کے مجدد اور ان کے ہمنوا دیگر علماء و مشائخ کی کوششوں کا بڑا حصہ ہے اور آج جہاں نماز روزے کی خشک و بے جان کونپلیں تو نظر آتی ہیں مگر داعنہائے عشق کی کوئی بہار نہیں۔ نجد و دیوبند کے جھگڑے کا اثر ہے حقیقت یہ ہے کہ اتحاد و مت کا وہی طریقہ کامیاب ہوگا جو فطرت کے مطابق ہوگا اور وہ ہے مرکز ملت، والی امت باعث خلقت محور عظمت حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت والفت کا جذبہ پاکستان کا وجود اسی جذبے کا رہین منت ہے۔ مفکر پاکستان حضرت اقبال نے اسی جذبے کو قوم کے رگ و شہ میں داخل کرنے کی کوشش کی۔ ہاں ہاں اسی جذبہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے طوفان ٹلتے ہیں، دریا نایاب ہوتے ہیں، پہاڑ اپنا راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور کامیابیاں قدم چومتی ہیں۔ آدمی پراسرار ہوتا جاتا ہے تو اسی کی برکت سے فرشتے اس کے جھنڈے تلے آتے ہیں۔ تو اسی کے صدقے۔ اقبال نے ایسے ہی لوگوں سے متعلق اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی تھی۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن — نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اسی قسم کے پراسرار لوگ میدان میں آئیں گے تو اسلام کے دشمن بھاگ جائیں گے امت کی سرفرازی و برتری چاہنے میں قوم کا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں سرزمین وطن میں نظام مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء نافذ کرنا چاہتے ہیں تو قوم کو عشق مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشہ پلادیں واللہ تاللہ باللہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں اقبال نے مومن کی فطرت کے بارے میں کتنا دوٹوک فیصلہ دیا ہے۔

طبع مسلم از محبت قاہر است — مسلم از عاشق نباشد کافر است

یعنی مسلمان کی طبع محبت ہی سے غلبہ حاصل کرتی ہے اگر مسلمان عاشق نہ ہو تو کافر ہوتا ہے۔

لہٰذا اسے اپنی ساری توانائی محبوب خدا سرور دوسرا شہنشاہ زمین و آسمان خواجہ کون و مکاں حضور سرور دارین تاجدار کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت پر قربان کردینی چاہیے اور ساری متاع حیات اس جذبہ حسین کی تربیت و اشاعت کے لئے وقف کردینی چاہیے۔

☆ اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ دشمنوں کی نیت پہلے سے بھانپ چکے تھے اور ان کے فریب کو بے نقاب کر چکے تھے انہوں نے ہر موڑ پر ملت اسلامیہ کو اس کے ازلی دشمنوں کی سازشوں سے بچانے کی کوشش کی اور بہت حد تک کامیاب بھی ہو گئے تاریخ

گواہ ہے جب ابوالکلام آزاد اور محمود الحسن دونوں نے اسلامیہ کالج لاہور کا رخ کیا اور اسے بند کرانے کی کوششوں کا آغاز کیا کالج چلانے والے انجمن حمایت اسلام کے جنرل سیکرٹری علامہ اقبال علیہ الرحمہ تھے طے یہ ہوا کہ ایسے علماء سے فتوئی لیا جائے جو گاندھی کے زیر اثر نہ ہوں تو اعلیحضرت فاضل بریلوی سے رجوع کیا گیا آپ کے فتوئی کی بدولت اسلامیہ کالج لاہور ہی نہ بچا اور کالج اور سکول بھی محفوظ ہو گئے

☆ ....واللہ ہمیں اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ سے اسی لئے محبت وعقیدت ہے کہ جب انگریز اپنے پٹھوؤں اور پٹھوں کے ذریعے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گستاخی کرا رہے تھے تو بریلوی کے قلندر اپنی زندگی اپنے آقا ومولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گن گانے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے وقف کر دی اور سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر پورا پورا عمل کر دکھایا۔

☆..... اعلیٰ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے دل بیدار اور فکر بلند سے نوازا تھا اور نہایت وسیع روحانی وقلبی استعداد کے ساتھ آپ آسمان علم وفضل کے نہایت درخشندہ آفتاب تھے۔ منقول ومقبول کے بحر زخار تو تھے ہی، ان کے شرح وبیان کی تقریری وتحریری صلاحیتوں سے بھی مالا مال تھے۔ انگریزوں کی خفیہ سازشوں اور ان کے غلاموں کی اعلانیہ کوششوں کا آپ نے ڈٹ کر موثر مقابلہ کیا اور منہ توڑ جواب دیا۔ نثر ونظم میں آپ نے ایمان کے چوروں کا خوب پیچھا کیا اور ملت کے جس سرمایہ عشق کو وہ لوٹنا چاہتے تھے، بہت حد تک اسے بچا لیا۔ جس مردود نے نبوت کا دعویٰ کیا اس پر دلائل کے تیروں کی بھرمار کی۔ جس نے خاتم النبیین کے معنی بدلے، اس پر یلغار کی۔ ان سب سے بڑھ کر جس نے خداوند کریم کی ذات پاک وبے عیب پر امکان کذب کا ناپاک دھبہ لگانے کی کوشش کی، اس کا پیچھا کیا۔ جس نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے کسی خداداد کمال کا انکار کیا، اس کی خبر لی۔ جس نے قرآن پاک کی کسی آیت پر اعتراض کیا اس کو منہ توڑ جواب دیا۔ جس نے گاندھی کی لنگوٹی میں گم ہو کر مسلمانوں کو دھوکا دیا، اسے للکارا۔ غرض جس نے بھی امت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہاتھ اٹھایا، آپ نے اسے قلم کرنے کی کوشش کی۔ سیاسی مداریوں نے انگریزوں اور کبھی ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے دین حنیف میں کیا کیا ترمیمیں تجویز کیں۔ آپ کے صرف ان جذبات کی مختصر شعری عکاسی کی جاتی ہے جس میں آپ نے ایک طرف اپنے آقائے مدنی کریم رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خداداد کمالات کا ڈھنڈورا پیٹا ہے اور دوسری طرف ان کے دشمنوں اور گستاخوں کو کبھی نرم اور کبھی گرم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

دشمنوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ گھڑا تھا کہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے (دیکھئے رسالہ یکروزی وغیرہ) اعلیٰ حضرت بریلوی نے سبحان السبوح، نثر میں لکھ کر عقلی ونقلی دلائل سے ان کا رد کیا اور نظم میں بھی یہاں صرف دو شعروں میں آپ کے قہر وجلال کا عالم دیکھئے:

ہر ایک اپنے بڑے کی بڑائی بیان کرتا ہے — ہر ایک مغبچہ مغ کا ایاغ لے کے چلے
مگر خدا پہ جو دھبا دروغ کا باندھا — یہ کس لعین کی غلامی کا داغ لے کے چلے

شور مچایا گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بشر ہیں اور عام انسانوں سے انہیں ممتاز حاصل ہے تو محض وحی کی بنا

پر۔۔۔ادھر سے جواب دیا گیا کہ لفظ ''نور'' کا اصل موضوع'' لـہ ''حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ان کا حقیقی معنی محض آپ ہی کی ذات پاک ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

وضع واضع میں تری صورت ہے معنیٔ نور کا — یوں مجاز اچاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا — اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا
یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا — بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

منکرین نے علم غیب کا تعارف کرانے والے معلم اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کا ہی انکار کر دیا۔اعلیٰ حضرت نے اپنا عقیدہ یوں بیان کیا:

اور کوئی غیب کیا،تم سے نہاں ہو بھلا — جب نہ خدا ہی چھپا،تم پہ کروڑوں درود

دشمنوں نے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیارات اور تصرفات کا انکار کیا تو بریلی کے مجاہد اعظم نے یوں اظہار عقیدت کیا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

کسی نے مظہر رب العلمین حضور رحمۃ العلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کو شرک کہا تو مجدد دین وملت نے اپنا عقیدہ یوں بیان کیا

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں،وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں — کوئی کہہ دو یاس و امید سے،وہ کہیں نہیں،وہ کہاں نہیں

کسی بدنصیب نے قاسم ہر نعمت، مالک کوثر و جنت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگنے سے منع کیا تو ڈٹ کر جواب دیا۔

مانگیں گے،مانگے جائیں گے،منہ مانگی پائیں گے — سرکار میں نہ 'لا' ہے ،نہ حاجت 'اگر' کی ہے

ذکر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ ولہ وسلم کے مخالفین ذکر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر جز بز ہوئے تو بڑی بے نیازی سے فرمایا:

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ — دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

☆.... اس بات پر غور کیجئے کہ جب گاندھی کی آندھی میں بڑے بڑے عمامے اڑ رہے تھے،تقویٰ وطہارت کی نمائش خس وخشاک کی طرح اس سیلاب میں بہہ رہی تھیں۔جب آیات وروایات سے عمر بھر کا تعلق ایک بت پرست پر نثار کیا جا رہا تھا۔اس وقت ملت کے کام کون آیا اور کس نے گالیاں کھا کھا کر، طعنے سن سن کر الزامات کی بوچھاڑ میں مخالفانہ پراپیگنڈے کے طوفان بلا خیز کا مقابلہ کیا،وہی جو اپنے سچے اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ اور اپنے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سچا غلام تھا۔یعنی مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ القوی۔بلاشبہ حضرت اقبال اور حضرت قائداعظم دونوں ہمارے محسن ہیں اور بلاشبہ دونوں اس صورت حال سے پریشان تھے مگر کھل کر اس طوفان کے منہ آنا بہت ہی مشکل تھا۔اس بہت ہی مشکل کام کے لئے قدرت مجدد بریلوی کا انتخاب کر چکی تھی اور پھر اس مرد قلندر نے اس فریضہ محبت کو اس طرح نبھایا کہ دنیا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

گاندھی کی آندھی تھم گئی، اس کے عشق میں خود رفتہ ہونے والے لیڈر اور مولوی ذلیل ہو گئے۔ جس گاندھی کو نبوت کے اوصاف کا حامل قرار دیا جا رہا تھا، اس کی اسلام دشمنی واضح ہو گئی، کانگریس کے جال میں اسلام کے وہی مدعی رہ گئے جن کا اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ محبت کا رشتہ بہت ہی کمزور تھا۔ اب ملت کے فرزند دشمنوں اور دوستوں کو پہچاننے لگے، کانگریس سے کٹتے رہے اور مسلم لیگ سے ملتے گئے۔ چنانچہ مسلم لیگ مضبوط ہوتی گئی۔ پاکستان کی تشکیل کے امکانات روشن ہوتے گئے اور حکیم الامت کی تعبیر پوری ہونے لگی۔

ہاں سوچئے اور بار بار سوچئے شاید اس سے نازک وقت مسلمانوں پر برعظیم پاک و ہند کی تاریخ میں پہلے کبھی نہ آیا ہو کہ (معاذ اللہ) اسلام کی جڑیں کاٹنے کی ناپاک کوشش کرنے والے ایک عیار و مکار کو اسلام کا سب سے بڑا خیر خواہ سمجھ لیا گیا اور دل و جان سے اس کے اشاروں پر اپنی متاع عقل و دانش کو قربان کیا جانے لگا۔ اس وقت مولانا محمد احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ اگر ملت کی رہنمائی بلکہ پاسبانی نہ کرتے تو آج قوم و ملک کا نقشہ کیا ہوتا، کون تصور کر سکتا ہے؟

☆..... جب پاک و ہند کے تثلیث کے فرزندوں نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لیا تھا تو مجدد ملت حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اسی عشق سے قوم کے فکر و نظر کو روشن کرنے کے لئے اپنی صلاحیتوں کو وقف کر دیا۔ سوچئے وہ کیسا منظر تھا جب ایک طرف غیر مسلم فرعون صفت حکمران سینوں سے اسلام و ایمان کے اثرات کریدنا چاہتے تھے پھر پادری پنڈت اور دوسرے مذہبی لیڈر بھی دین حق کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور سب سے غضب کی بات یہ تھی کہ ہزاروں دین فروش اور ضمیر فروش ملا بھی اس کے آلہ کار بنے ہوئے تھے۔ ایمان دشمنوں کی سرپرستی ہو رہی تھی اور اہل محبت پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا تھا۔ ایسے نازک، طوفانی اور تاریک دور میں بریلی کا محدث اعظم، مجدد اعظم اور قلندر اعظم یعنی مولانا شاہ احمد رضا خان رسول اکرم محبوب کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو انتشار سے بچا کر مرکز کی طرف بلا رہا تھا۔ کون اندازہ کر سکتا ہے اس کے سوز دروں کا جب وہ یوں چیخ رہا تھا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اللہ اکبر جب ان کے ماننے پر بھی قدغن لگائی جا رہی تھی اور کہا جا رہا تھا 'ایک اللہ کو مان اور کسی کو نہ مان' بریلی کے قلندر نے کہا:

انھیں ماننا انھیں جانا نہ رکھا غیر سے کام — للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اور جب وقت کے ابولہب طرح طرح کے حیلوں سے امت کا رشتہ اس کے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ عظمت پناہ سے توڑنے کی مساعی مذمومہ میں سرگرم تھے بریلی کا یہ باوفا درویش یوں حلف وفاداری اٹھا رہا تھا

کروں تیرے نام پہ جاں فدا — نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا — کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

سنت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جدید سائنس

محقق دوراں مولانا محمد شہزاد قادری ترابی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆سفید لباس اور جدید تحقیق:

حدیث شریف: تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم خود بھی سفید لباس پہنو اور مردوں کو بھی یہی کفن دو کیونکہ یہ سفید کپڑے اور بہترین لباس ہیں۔ (ترمذی شمائل جلد دوم{مترجم} صفحہ نمبر 832 ،مطبوعہ فرید بک لاہور)

☆جدید تحقیق: رنگ اور روشنی کے ماہرین نے سفید لباس کو کینسر سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیا ہے حتیٰ کہ ماہرین کے کہنے کے مطابق جو سفید لباس پہنے گا تو اسے جلدی گلینڈر کا ورم، پسینے میں مسامات کا بند ہونا، پھپھوند کے امراض جیسی خطرناک اور تکلیف دہ بیماریاں نہیں ہوں گی۔ انہوں نے جلدی الرجی اور ہائی بلڈ پریشر کے شکار مریضوں کو ہمیشہ سفید لباس پہننے کا مشورہ دیا ہے کہ کروموپیتھی کے اصول کے مطابق سفید لباس دماغ اور جلد کا محافظ ہے۔

☆عورتوں کے باریک لباس کے نقصانات اور جدید تحقیق:

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنمیوں کے دو گروہوں کو میں نے دیکھا (یعنی میرے بعد ظاہر ہوں گے) کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے لئے پھرتے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ظلماً ماریں گے۔ ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہنے بھی ننگی ہوں گی غیر مرد کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی۔ اس کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی اور ان کے سر ایسے پھولے ہوئے ہوں گے جیسے بڑے بڑے اونٹوں کے جھکے ہوئے کوہان ہوتے ہیں۔ یہ عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی اور جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے (مسلم شریف{مترجم} جلد سوم، کتاب الجنتہ والصفتہ ،حدیث نمبر 7064 ،صفحہ نمبر 634)

☆جدید سائنسی انکشافات:

ڈاکٹر بیٹر کی وارننگ: مذکورہ ڈاکٹر روحانیت کا بڑا محقق ہے۔ لیڈ بیٹر کے مطابق جس لباس سے نسوانی جسم کی جھلک نظر آئے، اس جسم سے میں نے غلیظ اور نسواری لہروں کو نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔

☆الیکٹرولائٹ ریز کے نقصانات: سورج میں موجود الیکٹرولائٹ ریز سخت گرمی میں جلد اور جسم کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ اگر لباس موٹا ہو تو یہ شعاعیں لباس سے باہر رک جاتی ہیں۔ اگر لباس باریک ہو تو یہ شعاعیں جلد کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں۔

سبق: محترم حضرات! افسوس کے ساتھ یہ بات کہی جا رہی ہے کہ آج کل عورتیں باریک لباس پہننے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ باریک لباس پہن کر باریک سا دوپٹہ گلے میں ڈال کر گلیوں اور بازاروں میں بے پردہ گھومتی ہیں جس سے مردان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ انہی عورتوں کے بارے میں حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا کہ "کپڑے پہنے ہوئے ننگی عورتیں" کیونکہ باریک لباس میں جسم جھلکتا ہے۔ یہ ہمارے مردوں کا کام ہے کہ وہ عورتوں کو ان کاموں سے روکیں۔ عورت کی بے پردگی مرد کی بے غیرتی کی علامت ہے۔ باریک لباس اسلامی اور سائنس دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہے۔

☆ تنگ لباس کے نقصانات اور سائنسی تحقیق:

تنگ لباس اور فزیالوجی: تنگ لباس سے لوکل مسلز مردہ اور کمزور ہو جاتے ہیں کیونکہ باہر کے مسلز میں جیسے حرکت ہوتی ہے ایسے ہی اندرونی باریک مسلز ہوتے ہیں اور ان میں بھی حرکت ہوتی ہے جیسا کہ سوئی اگر جلد کے اندر چلی جائے تو وہ ان باریک مسلز کی حرکت کی وجہ سے کہاں سے کہاں چلی جاتی ہے۔ جب تنگ لباس زیب تن کیا جاتا ہے تو ان باریک مسلز کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ ان کی حرکات رک جاتی ہیں جس سے ذہنی دباؤ اعصابی تناؤ اور کھچاؤ جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

☆ سبق: تنگ لباس آج کل فیشن بن چکا ہے۔ تنگ لباس پہننے سے جسم کا ابھار نظر آتا ہے اور لوگوں کی نگاہیں اس طرف مائل ہوتی ہیں۔ تنگ لباس والی عورتوں کو دیکھ کر مرد کو شرم آ جاتی ہے مگر عورتیں تنگ لباس پہن کر فخر محسوس کرتی ہیں حالانکہ اس سے بے پردگی بھی ہوتی ہے اور اس کے سنگین جسمانی نقصان ہیں۔ بے پردگی سے اس کے جسم کے ابھرے ہوئے حصے ظاہر ہوتے ہیں جو سخت گناہ ہے مگر عورتیں اس بات کو نہیں سمجھتی۔

☆ مسجد میں داخلے کا طریقہ اور سائنسی تحقیق:

سنت طریقہ: مسجد میں داخل ہونے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے سیدھا پاؤں مسجد میں رکھا جائے پھر دعا پڑھی جائے اور مسجد سے نکلتے وقت الٹا پاؤں مسجد سے نکالا جائے پھر دعا پڑھی جائے۔

☆ سائنسی تحقیق: موجودہ سائنس دان یہ کہتے ہیں کہ اگر آدمی سیدھا پاؤں آگے بڑھائے اور اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ آگے کی جانب گرتا ہے اور جب الٹا پاؤں آگے بڑھائے اور اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ پیچھے کی جانب گرتا ہے۔

☆ سنت کی حکمت: اللہ اکبر! سنت کی حکمت دیکھئے جب آپ سیدھا پاؤں مسجد میں داخل کریں اور موت آ جائے تو آپ کا انتقال مسجد میں ہوگا اور باہر نکلتے وقت الٹا پاؤں آگے بڑھایا جائے اور موت واقع ہو جائے تو بھی آپ کا انتقال مسجد میں ہوگا۔

☆ سونے کی سنت اور جدید سائنسی تحقیق: اللہ اللہ! کیا سونا تھا میرے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کہ رات کے اکثر حصے میں تو اپنی گناہ گار امت کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ رو رو کر راتیں گزار دیتے، کچھ دیر سوتے وہ بھی امت کو سونے کا سلیقہ سکھانے کی خاطر،

عظمتیں، شفاء اور صحت مندی بخشنے کے لئے۔ میرے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سونے کا طریقہ ثمرات اور برکات سے بھرپور ہے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ موجودہ سائنس اس بات کی تائید کرتی ہے۔

☆سیدھی کروٹ لیٹنا اور جدید سائنسی تحقیق:

حدیث شریف: سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی خواب گاہ تشریف لے جاتے تو اپنا سیدھا ہاتھ مبارک اپنے سیدھے رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹتے (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی قصہ نوم، رسول اللہ (مترجم) جلد دوم صفحہ نمبر 871)

☆ **جدید سائنسی تحقیق:** دل الٹی جانب ہے۔ اگر الٹی طرف لیٹیں تو مندرجہ ذیل عوارضات کا قوی خطرہ ہے۔ دل کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں کیونکہ بائیں کروٹ لیٹنے سے معدے اور آنتوں کا بوجھ دل پر پڑتا ہے جس کی وجہ سے دوران خون اور دل کی حرکت میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ نیند کے بارے میں ممبئی ہوسپٹل کے تجربات (ممبئی آڈیٹوریم) ڈاکٹر لال شرما نے کیے ہیں۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ جن مریضوں کو مسلسل سیدھی کروٹ سلایا گیا، وہ مریض بہت جلد صحت یاب ہو گئے اور جن مریضوں کی الٹی کروٹ سونے دیا گیا، وہ بے چین ہی رہے۔ جدید تحقیق نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ سیدھی طرف سونا دل اور معدے کے امراض سے بچاتا ہے حتیٰ کہ بے ہوشی سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

☆ **زمین پر سونا اور جدید تحقیق:** سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا مالک و مختار بنایا ہے۔ بقول آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ میں اگر چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں مگر میں نے اس کو پسند کیا کہ آج کھاؤں اور کل اپنے رب جل جلالہ سے مانگوں۔ باوجود اس شان کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چٹائی پر سوتے تھے۔ اگر چٹائی نہ ہوتی تو زمین پر بھی لیٹ جایا کرتے تھے۔

☆ **زمین پر سونے کے متعلق جدید تحقیق:** جدید تحقیق کے مطابق زمین پر بیٹھنے اور سونے سے نہ صرف بہت سی بیماریوں سے نجات ملتی ہے بلکہ موٹاپا بھی نہیں آتا اور پیٹ بھی نہیں بڑھ سکتا۔ زمین پر سونے سے غرور و تکبر جیسی بیماریاں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

☆نرم بستر کا استعمال اور سائنسی تحقیق:

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سونے اور آرام کرنے کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی (شمائل ترمذی (مترجم) باب ماجاء فی فراش رسول اللہ، جلد دوم، صفحہ نمبر 889،)

☆ **ڈاکٹر نکسن وزیٹر کی سائنسی تحقیق:** ڈاکٹر صاحب نے آرام دہ اور نرم بستر کے مندرجہ ذیل نقصانات بتاتے ہیں۔

1۔ ایک چست اور چلتا پھرتا انسان جب آرام دہ بستر استعمال کرتا ہے تو اس کے عضلات ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور وہ تمام زندگی کے معمولات میں سست پڑ جاتا ہے۔

2۔ بہت زیادہ نرم بستر گردوں پر برا اثر ڈالتا ہے حتیٰ کہ گردوں کی نالیوں میں پیچیدہ ورم پیدا ہو جاتا ہے۔

3۔ آرام دہ بستر ریڑھ کی ہڈی کو بہت نقصان پہنچاتا ہے اور میرے مشاہدے میں ایسے مریض ہیں جو آرام دہ بستر کی وجہ سے ریڑھ کی ہڈی

کے مریض بن گئے۔
4۔ بچوں کی ہڈیاں نرم ہوتی ہیں۔ اگر انہیں نرم بستر استعمال کروایا جائے تو ان کی ہڈیاں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں اور پوری زندگی معذوری ان کا مقدر بن جاتی ہے۔
5۔ آرام دہ بستر کمر کے درد کا باعث بن جاتا ہے کیونکہ کمر اور پشت کے عضلات ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور اگر مسلسل نرم بستر استعمال کیا جائے تو یہ درد بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔
دونوں جہاں کے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چٹائی پر سوتے تھے جس کے باعث بعض اوقات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پھول سے زیادہ نازک جسم اطہر پر نشان پڑ جاتے۔

☆بستر کا جھاڑنا اور جدید سائنسی تحقیق:

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر لیٹے تو اندر کی طرف چادر اور بستر جھاڑ لے کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کے نیچے کیا ہے۔ (ابن ماجہ شریف)
جدید تحقیق: ایک صاحب کا واقعہ ہے کہ سردی کے موسم میں ان کے بستر میں رضائی کی گرمائش کی وجہ سے سانپ چھپ گیا، جب وہ سونے کے لئے لیٹے تو اس سانپ نے انہیں ڈس لیا جس کی وجہ سے وہ صاحب فوت ہو گئے۔
اس طرح سے بے شمار خطرات ہیں لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ بستر پر جانے سے قبل بستر کو جھاڑ لینا چاہیے۔ کم از کم تین مرتبہ بستر کو جھاڑ لینا چاہیے تا کہ کوئی موذی جانور یا چھوٹا موٹا جانور آپ کے جسم کے کسی حصے کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

☆الٹا لیٹنا اور جدید سائنسی تحقیق:

حدیث شریف: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے (الٹا لیٹا ہوا) دیکھ کر فرمایا: اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا (ترمذی شریف (مترجم) جلد اول، حدیث نمبر 670، صفحہ نمبر 276)
☆ جدید سائنسی تحقیق: اوندھے منہ لیٹنے سے تمام اعضاء ہضم اور اعضائے رئیسہ اوندھے اور بے ترتیب ہو جاتے ہیں۔ اس کا سب سے پہلا نقصان دماغ پر پڑتا ہے۔ لہریں اپنی ترتیب سے ہٹ کر دوسرا منفی رخ اختیار کر لیتی ہیں حالانکہ وہ مسلسل مثبت انداز سے انسان کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔ جب یہ لہریں منفی آتی ہیں تو آدمی کو ڈراونے خواب نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ ماہرین نفسیات کے مطابق ایسے شخص کی زندگی کا رخ بھی اپنی ترتیب سے ہٹ جاتا ہے اور وہ الٹی سوچ کا حامل ہو جاتا ہے۔ الٹے لیٹنے سے پیٹ بھی پھول جاتا ہے حالانکہ آپ دبلے پتلے ہیں۔ اگر الٹے لیٹتے ہیں تو آپ کا پیٹ پھول جائے گا۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم الٹا نہیں لیٹتے تو ہم کو نیند نہیں آتی۔ ہماری الٹے لیٹنے کی عادت ہو گئی ہے۔ ان کو ان تحقیقات کے بعد

ذرا سوچنا چاہیے کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم کس قدر فوائد سے بھرپور ہے۔

☆ باوضو سونا اور جدید تحقیق:

حدیث شریف: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب تم بستر پر جانے کا ارادہ کرو تو وضو کرو جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے ہو اور پھر سیدھے پہلو پر لیٹو (مسلم شریف جلد سوم (مترجم) کتاب الذکر والدعا، حدیث نمبر 6755، صفحہ نمبر 524)

☆ **جدید سائنسی تحقیق:** نیند اصل میں آرام کا وقت ہے۔ آرام اور سکون کے لئے وضو بہت ضروری ہے جیسا کہ آپ نے پڑھا کہ وضو اعضاء کو تعدیل میں لاتا ہے۔ وضو سے خرابی اور بے سکونی کا معقول علاج ہے۔ وضو ڈپریشن کا فوری علاج ہے۔ اس سکون کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وضو کر کے سویا جائے۔

وضو کر کے اگر پاک صاف ہو کر ذکر اللہ کر کے سویا جائے تو سکون اور چین کی نیند آتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں کیا معلوم کہ ہماری زندگی کی آخری رات ہو مگر افسوس کہ ہم فلمیں، ڈرامے دیکھ کر الٹے ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ تو فلمیں اور بے ہودہ ڈانس دیکھتے دیکھتے ہی سو جاتے ہیں۔ ٹی وی بند کرنا بھی انہیں یاد نہیں رہتا پھر کہتے ہیں کہ بیماریاں آتی ہیں۔ سکون ہمارے گھروں سے چلا گیا ہے۔ یاد رکھئے! سکون صرف اور صرف تعلیمات سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ہی ہے۔

☆ **بغیر منڈیر والی چھت پر سونا اور تحقیق:** سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حدیث شریف میں بغیر منڈیر والی چھت پر سونے کی ممانعت فرمائی چنانچہ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا جہاں (گرنے سے) کوئی رکاوٹ نہ ہو (ترمذی مترجم) جلد اول، حدیث نمبر 756 صفحہ نمبر 307)

جدید تحقیق: (اول) تو رات کو آدمی پیشاب وغیرہ کے لئے اٹھے اور اندھیرے میں پتہ نہ چلے تو وہ چھت سے گر کر جاں بحق ہو جائے گا۔ (دوم) یہ کہ بعض افراد کو سونے میں چلنے کی عادت ہوتی ہے لہٰذا اگر وہ بغیر منڈیر والی چھت پر نیند میں چلا تو پھر جان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ (سوم) یہ کہ بعض افراد کی نیند بہت گہری ہوتی ہے اور وہ سوتے سوتے کہاں سے کہاں نکل جاتے ہیں۔ ایسے افراد کے لئے بھی بغیر منڈیر والی چھت پر سونا خطرے سے خالی نہیں۔ اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

پروفیسر رانا محمد اجمل (اسلام آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولادت یکم جولائی 1918 وفات 18 اپریل 1998۔ آج جس رجل عظیم کو خراج عقیدت وتحسین پیش کرنے کے لئے میں نے قلم اٹھانے کی جسارت کی ہے وہ ایک ایسی دل آویز شخصیت تھی کہ جس کی ذات دین ودانش علم وحکمت درویشی وخدا پرستی فقر وغنا زہد وتقویٰ عجز وانکسار محنت وجاں سپاری دور بینی ودور اندیشی شریعت وطریقت عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جذبہ حب وطن کا حسین وجمیل مرقع تھی اور سورہ والعصر کی عملی تفسیر بھی۔ یہ بطل جلیل کون تھا کہ جس کی عظمت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ جس کی شہرت اکناف عالم میں پھیل چکی ہے۔ جس کا صریر خامہ نوائے سروش تھا۔ جس کی صدا بانگ سرافیل تھی۔ جس کے حیات بخش الفاظ اور جادوئی معنی آفرینی کا زندہ ثبوت قرآن حکیم کی دلآویز تفسیر ضیاء القرآن ہے۔ جس کے جلال وجمال نے دلوں کو مسخر کر لیا۔ وہ مفسر جو تفسیر میں رازی وابن کثیر منطق وفلسفہ میں غزالی تاریخی تحقیق وجستجو میں ابن خلدون زہد وتقویٰ میں بہاء الدین زکریا ملتانی اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رومی فاضل بریلوی اور اقبال کے قبیلے کا فرد فرید تھا۔ وہ نابغہ روزگار حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری تھے۔

بھیرہ ضلع سرگودھا سے وہ آفتاب ابھرا جس کی ضیا پاشیوں نے نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی قرآن فہمی کا نور پھیلایا۔ آپ خانوادہ امیریہ کے چشم وچراغ تھے۔ جن کی لو سے آج لاکھوں چراغ جل رہے ہیں۔ 1953 میں اپنی آبائی مسجد میں اپنے بزرگان والا شان حضرت پیر امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی سایہ میں صرف پانچ طلبہ سے جس درسگاہ کا آغاز کیا تھا وہ آج یونیورسٹی سطح کی مادر علمی کا روپ دھار چکی ہے۔ یہ طویل اور جاں گسل جہد مسلسل کا حاصل ہے۔

آپ نے شہرہ آفاق قدیم ترین اسلامی یونیورسٹی جامعہ الازہر قاہرہ مصر میں چھ سال کا کورس ساڑھے تین سال میں مکمل کر کے اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کی اور پھر جب تحصیل علوم کے بعد تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر اٹھتا ہوا قدم اس ہدی خوانی کے ساتھ اٹھ رہا تھا

ناقہ سیار من آہوئے تاتار من

تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست

اے میری سیر کرنے والی اونٹنی

اے میرے تاتار کے ہرن تیز قدم اٹھا ہماری منزل دور نہیں۔

ماہ وسال بیتتے چلے گئے عزم وثبات کے اس پیکر نے جو تصور باندھا تھا اس کو حقیقت کا روپ دینے کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں اپنے اس مقدس مشن کی تکمیل کیلئے وقف کر دیں۔ رب کریم نے حضور ختمی مرتبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اسے شرف قبولیت بخشا اور بھیرہ آج مرکز علوم دینیہ بن چکا ہے۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی عظیم الشان عمارات اس مقدس خواب کی تعبیر ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس حدیث

نبوی کے مصداق ہے۔تم میں سے بہترین وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔اس مادر علمی سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہو کر جا چکے ہیں۔غوثیہ گرلز کالج بھیرہ شریف آپ کا ایک اور کارنامہ ہے جہاں بنات اسلام کی روحانی اور علمی تشنگی کا سامان ہوتا ہے۔

مرداز غیب بیروں آید کار بکند

ایک مرد خود آگاہ غیب سے آیا اور کام کر دیا۔

یہ مشتے نمونہ از خروارے تھا۔آج نہ صرف پاکستان کے خوبصورت دارالحکومت اسلام آباد میں راول جھیل کے دامن میں ایک بڑی درسگاہ قائم ہے جو اپنے دامن میں سینکڑوں طلباء کو دین کے اسرار و رموز سے آگاہ کر رہی ہے اسی طرح ملک کے گوشے گوشے میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی شاخیں پھیل چکی ہیں۔بیرونی ممالک میں بھی بھیرہ شریف کے فارغ التحصیل علماء دین کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند

یہ کام آپ سے ہوا مرد ایسا ہی کرتے ہیں۔برسوں پہلے سپر مارکیٹ اسلام آباد میں تفسیر ضیاء القرآن کی تقریب رونمائی منعقد ہوئی۔ایک نئی اور منفرد تفسیر جو حسن بیان طرز ادا ادب وانشا اور تحقیق و تدبیق میں بے مثل قرار پائی۔اس تقریب میں علماء کرام مشائخ عظام اور ممتاز سکالرز نے شرکت فرمائی۔اس موقع پر ممتاز معلم اور اسلامک یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ایس ایم زمان نے بتایا کہ بیس برس پہلے بھیرہ شریف میں حضرت صاحب کی لائبریری دیکھنے کا اتفاق ہوا اور اس میں عربی مخذوں کا اتنا عظیم ذخیرہ دیکھنے کو ملا جو بہت کم کسی بڑی لائبریری میں دیکھا۔

اعزازات

۱۔ضیاءالنبی کو اول انعام ملا، ۲۔آپ کو رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین بنایا گیا،۳۔شریعت کورٹ کے جسٹس بنائے گئے۔
۴۔سپریم کورٹ کے جسٹس بنائے گئے، ۵۔ردقادیانیت کیلئے جنیوا تشریف لے گئے اور عالمی سطح پر کامیابی حاصل کی اور وطن عزیز کا نام روشن کیا۔مجاہد ختم نبوت بن کر بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرخرو ہوئے۔

آج عامی مسلمان آپ کو ضیاءالامت کے معتزز نام سے یاد کرتا ہے۔آپ کی ذات میں وہ خوبیاں جمع ہو گئی تھیں کہ بڑے بڑے علماء مشائخ نے اس کا برملا اعتراف کیا۔یہاں پر میں صرف غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل کر رہا ہوں۔آپ فرماتے ہیں ذی شعور رہنما ذی اثر علما آج علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے اہل سنت کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔یہ شیرازہ صرف اسی صورت میں اکٹھا کیا جا سکتا ہے جب تمام اکابر اہل سنت خصوصاً پیر محمد کرم شاہ الازہری جیسی شخصیت جو کہ ہمارے لئے نہایت محترم ہیں ہماری قیادت کرتی۔علامہ پیر محمد کرم شاہ جیسے ذی شعور باصلاحیت اور صاحب اثر علما کو اس کا بیڑا اٹھانا چاہیے تا کہ ہم سب مل کر ان کے دوش بدوش چل سکیں اور ہم میں اجتماعیت کی روح پیدا ہو۔

اللہ ان پاک طینت عاشقوں پر رحمت فرمائے۔

حکمت و دانش

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاد خداوندی ہے "جسے حکمت عطا کر دی گئی گویا اسے 'خیر کثیر' حاصل ہوگئی" (البقرہ:269)

حکمت و دانش کی اس خیر کثیر کا سب سے بڑا سرچشمہ انبیا علیہم السلام کی قدسی صفات شخصیات ہیں یا پھر وہ لوگ جنہیں صحبت رسالت اور فیض نبوت سے وافر حصہ ملا، اس لئے کہ دانش نبوت محض دانش برہانی نہیں ہوتی بلکہ دانش ربانی ہوتی ہے۔ان کے ذہن ان کی زبان اور ان کی سوچ دراصل خدا کی نگرانی و نگہبانی میں ہوتی ہے، اس لئے ان کا خیال اور ان کا اظہار کلام خدا کا پرتو ہوتا ہے، اور جن لوگوں کو انبیا کرام سے براہ راست فیض حاصل کرنے کا موقع ملا، جہاں ان کے کردار میں نبوی فیض کی جھلک ہوتی ہے وہاں ان کی گفتار بھی اس فیض کی ترجمان بن جاتی ہے، ارباب علم و حکمت اور اصحاب فکر و دانش بہت ہوئے اور سبھی قابل احترام ہیں۔ کنفیوشس، سقراط، بقراط، ارسطو، افلاطون، بدھ، مہاویرا، تاؤ، دیو جانس کلبی، ارشمیدس، فیثاغورس، یہ سب لوگ علم و حکمت کا بڑا معتبر حوالہ ہیں، لیکن کلام میں جو صداقت، انداز میں جو بلاغت، فکر میں جو بصیرت، لہجے میں جو حلاوت اور الفاظ میں جو برکت انبیاء کرام اور صحابہ عوام کے ہاں ملتی ہے وہ کسی دوسرے کے ہاں بہت کم نظر آتی ہے۔

شہر حکمت کے باب عظیم حضرت علی کرم اللہ وجہہ انہی بلند و بالا شخصیات میں سے ہیں جنہیں قرب اور فیض رسالت میں سے وافر حصہ ملا، انہیں اگرچہ کسی یونیورسٹی کی ڈگری نہیں ملی تھی مگر ان کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ دنیا بھر کی جامعات کے سرمایہ علمی پر بھاری نظر آتا ہے اور ان کے سر پر کسی درس گاہ کی دستار فضیلت بھی نہیں باندھی گئی مگر زمانے بھر کے صدر المدرسین ان کے مکتب کے ادنی شاگرد معلوم ہوتے ہیں، یہ سب کچھ مکتب کی کرامت نہیں بلکہ فیضان نظر کا اعجاز تھا۔ "نہج البلاغہ" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مکتوبات، ملفوظات، خطبات اور مکالمات کا مجموعہ ہے، یہ کتاب حکمت و دانش کے ساتھ ساتھ ادب و انشاء کا بھی ایک شاہکار ہے، جملوں کی بندش، لفظوں کا انتخاب، اسلوب کا حسن اور مطالب و معانی کا سیل رواں صاف پتہ دیتا ہے کہ ایسی باتیں کہنے والا ضرور مکتب نبوت کا فیض یافتہ ہے، اس گل صد برگ کی چند پتیاں ملاحظہ فرمایئے۔ زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دنیا کے معاملہ میں یوں زندگی گزارو جیسے تمہیں ہمیشہ زندہ رہنا ہے اور آخرت کے لئے یوں کام کرو گویا تمہیں کل مرجانا ہے۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"لوگوں سے اس طرح میل جول رکھو کہ جب تک زندہ رہو لوگ ملنے کے مشتاق رہیں اور جب دنیا سے چلے جاؤ تو لوگ تمہاری جدائی پر گریہ کریں"۔

''جب دنیا کسی پر مہربان ہوتی ہے تو دوسروں کی خوبیاں بھی اسے مستعار دے دیتی ہے اور جب پیٹھ پھیرتی ہے تو اس کی اپنی خوبیاں بھی چھین لیتی ہے''۔

''مجھ سے چار باتیں سیکھ لو، سب سے بڑی تونگری عقل ہے، اور غربت بیوقوفی ہے، میرے بیٹے، احمق کی صحبت سے پرہیز کرو، وہ اپنے طور پر تمہیں نفع پہنچانے کی کوشش کرے گا مگر نتیجے میں تمہارا نقصان کر بیٹھے گا۔ بخیل کی دوستی سے بچو کہ وہ تمہیں جائز ضروریات سے بھی محروم کر دے گا، فاسق وفاجر کی رفاقت سے گریز کرو کہ وہ تمہیں سستے داموں بیچ آئے گا، اور جھوٹے کو دوست نہ بناؤ کہ وہ سراب کی مانند دور کی چیز قریب اور قریب کی چیز دور کر کے دکھائے گا''

اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا اسلوب بتاتے ہوئے آپ کہتے ہیں۔

''اللہ کی نافرمانیوں سے بچتے رہو کہ وہی گواہ بھی ہے اور کل کو حاکم بھی وہی ہوگا''

کم ظرف سے معاملہ پڑے تو آپ نصیحت کرتے ہیں۔

''ضروریات کا پورا نہ ہونا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ کسی کم ظرف سے کوئی سوال کیا جائے''

معرفت الٰہی کا راز یوں کھولتے ہیں:

''میں نے اللہ کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا، کسی کام کا عزم مصمم کچھ نہ کر سکا اور پھر غیر متوقع طور پر مشکلات کی گرہیں کھلنے لگیں اور یہی خدا کے مالک وقادر ہونے کی دلیل ہے۔''

خودی اور خودداری کا فلسفہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''اصل تمنا آرزوؤں کو ترک کر دینے کی کرنی چاہیے۔ جس کی امیدیں بڑھتی جاتی ہیں اس کے اعمال بگڑتے جاتے ہیں''

دانش علوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ رنگ بھی دیکھنے کے قابل ہے، ارشاد ہوتا ہے:

''اے اولاد آدم! جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ تم پر برابر رحمتیں نازل فرما رہا ہے۔ جب کہ تو اس کی نافرمانی پر کمربستہ ہے تو اس لمحے سے خوف کھاؤ کہ کہیں یہ آزمائش کا انداز نہ ہو''

نہج البلاغہ کی چند جھلکیاں ہیں، ورنہ اس کے مندرجات ایک ایسا سدابہار گلشن ہے، جس کے برگ وگل نہ کبھی بوسیدہ ہوں گے اور نہ خزاں رسیدہ، اور ہر گل کا رنگ صبا اور خوشبو منفرد ہے۔

مسائل دینیہ

حضرت علامہ مفتی شاہد اقبال آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: میت کو غسل دینے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب: میت کو غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی یا تختہ پر نہلانے کا ارادہ ہو اس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سلگتی ہو اسے اتنی بار چارپائی کے گرد پھرائیں اور اس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں، پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں سمیت پاؤں دھوئیں پھر مسح کریں پھر ہاتھ دھوئیں۔ مگر میت کے وضو میں کلائیوں تک ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے۔ ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں۔ پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں یہ نہ ہو تو پاک صابن اسلامی کارخانہ کا بنا ہوا بیسن یا کسی اور چیز سے ورنہ خالی پانی سے کافی ہے، پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کے پتوں کا جوش دیا ہوا پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یوں ہی کریں۔ اور بیری کے پتے جوش دیا ہوا پانی نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے۔ پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے تو دھو ڈالیں وضو و غسل کا اعادہ نہ کریں پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ دیں۔

ایک مرتبہ سارے جسم پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت۔ جہاں غسل دیں مستحب یہ ہے کہ پردہ کر لیں کہ سوائے نہلانے والوں اور مددگاروں کے دوسرا نہ دیکھے، نہلاتے وقت خواہ اس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں یا قبلہ کی طرف پاؤں کر کے یا جو آسان ہو کریں۔ (فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلوٰۃ باب فی الجنائز فصل اول)

سوال: مرد اور عورت کے سنت کفن کیا ہیں؟

جواب: مرد کے لئے سنت تین کپڑے ہیں۔

(۱): لفافہ، بڑی چادر یعنی میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں۔

(۲): ازار۔ تہبند کو کہتے ہیں سر سے پاؤں تک یعنی لفافہ سے اتنی چھوٹی ہو جو بندش کے لئے زیادہ تھا۔

(۳): قمیص۔ کفنی کو کہتے ہیں۔ گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہوں۔ چاک اور آستینیں اس میں نہ ہوں۔ مرد اور عورت کی کفنی میں فرق ہے مرد کی قمیص کندھے پر چیریں اور عورت کے لئے سینہ کی طرف۔ عورت کے لئے پانچ کپڑے سنت ہیں، تین یہی یعنی لفافہ، تہبند، قمیص اور دو اوڑھنی اور سینہ بند۔ اوڑھنی تین ہاتھ کی ہونی چاہئے یعنی ڈیڑھ گز، سینہ بند پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔

سوال: میت کو کفن پہنانے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب: میت کو غسل دینے کے بعد جسم کسی پاک کپڑے سے آہستہ خشک کریں کہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں

اس سے زیادہ نہیں۔ پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہبند پھر کفنی پھر میت کواس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبوملیں اور مواضع سجود یعنی ماتھے، ناک، ہاتھ، گھٹنے، قدم پر کافور لگائیں پھر ازار بند یعنی تہبند لپیٹیں۔ پہلے بائیں جانب سے پھر دائیں جانب سے پھر لفافہ سے لپیٹیں پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے تا کہ دہنا اوپر رہے اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں کہ اڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔ عورت کو کفنی یعنی قمیص پہنا کراس کے بال دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں اور اوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر منہ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے کہ اس کی لمبائی نصف پشت سے سینہ تک ہے اور چوڑائی ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے اور یہ جو لوگ کیا کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اوڑھاتے ہیں یہ محض بے جا، خلاف سنت ہے پھر بدستور ازار و لفافہ یعنی تہبند اور بڑی چادر لپیٹیں پھر سب کے اوپر سینہ بالائے پستان سے ران تک لا کر باندھیں۔

سوال: میت کو قبرستان لے جانے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب: سنت یہ ہے کہ چار آدمی جنازہ اٹھائیں ایک ایک پایہ ایک شخص لے اور اگر دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا، ایک سرہانے اور پائنتی تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو تو مثال کے طور پر جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔ سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دیا جائے اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ ہے کہ پہلے دائیں سرہانے کندھا دے پھر داہنی پائنتی، پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور دس دس قدم چلے کل چالیس قدم ہوئے کہ حدیث پاک میں ہے جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹادئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرمادے گا۔ چھوٹا بچہ شیر خوار یا ابھی دودھ چھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا، اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کر چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لئے ہو جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔

جنازہ معتدل تیزی سے لے جائیں مگر نہ اس طرح کہ میت کو جھٹکا لگے اور ساتھ جانے والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ جنازہ سے پیچھے چلیں دائیں بائیں جانب نہ چلیں اور اگر کوئی آگے ہو تو اسے چاہئے کہ اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں شمار نہ کیا جائے اور سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔ جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے جنازہ لے کر چلنے میں سرہانا آگے ہونا چاہئے۔ (فتاویٰ عالمگیری فی الجنائز۔ بہار شریعت)

سوال: نماز جنازہ کی چاروں تکبیروں میں سے ایک تکبیر چھوٹ جائے نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز جنازہ میں چاروں تکبیریں رکن ہیں یعنی فرض ہیں اور فرض چھوٹنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا تکبیرات میں سے کسی بھی تکبیر کے چھوٹنے سے نماز جنازہ نہیں ہوگی۔

سوال: ایک عورت کا انتقال ہوا، اس نے مرنے سے پہلے یہ کہا کہ میرے مرنے کے بعد میرے شوہر کے بھائی اور اس کے اہل خانہ کو میرے جنازہ اور تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہونے دیا جائے۔ اسنے کہا ان کو یہ خبر دے دو۔ کیا شریعت میں ایسی وصیت کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے؟

جواب: ایسی وصیت بالکل لغو اور باطل ہے۔ وصیت اپنی ملکیت کے بارے میں کی جاسکتی ہے مرنے کے بعد میت کو غسل دینا، تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرنا یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ وہ مسلمانوں پر پابندی لگائے کہ فلاں شخص میرے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ لہٰذا مرنے والی نے جو کہا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ جس کو خبر دینے کا کہا تھا اس کا خبر دینا بھی جائز نہیں۔

Monthly
Mujjalah

AL-HAQIQA

Reg No: C.P.L.208
September
2021